خون کے آنسو

جلد دوم

علماء دیوبند کی تحریریں تنقیدی آئینہ میں

مصنفہ

خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی

قیمت مجلد ۵۰-۲ روپے ؛ قیمت عام ۰-۲ روپے

مکتبۂ نبویہ == گنج بخش روڈ لاہور

نام کتاب ——— خون کے آنسو
جلد ——— دوم
صفحات ——— ۱۶۰
ناشر ——— باغ علی نسیم
مطبع ——— پنجاب پریس لاہور
ادارۂ اشاعت ——— مکتبۂ نبویّہ لاہور
تعدادِ اشاعت ——— ایک ہزار
قیمت اعلیٰ ——— ۵۰ - ۲ روپے
" عام ——— ۵ - ۲ "

خون کے آنسو

پر حضرت مفتیٔ اعظم ہند کا اظہار مسرت اور عطیہ

فخر اماثل حضرت مولانا سید برہان الحق صاحب مفتی جبلپور کی دعوت پر شاہزادۂ اعلیحضرت آقائے نعمت حضرت مفتیٔ اعظم ہند دام اللہ فیوضہم و برکاتہم العالیہ جبلپور تشریف لیجاتے ہوئے کل مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۵۴ء کو فتح پور ہسوا میں تشریف لائے مولانا انوار احمد نعمانی حنفی حضرت مفتیٔ اعظم ہند نے بہ نیت شرف بیعت حاضر ہوئے حضرت کی خدمت گرامی میں خون کے آنسو کا ایک مجلد نسخہ لطور نذرانہ عقیدت پیش کیا اور اسکے کچھ مضامین سنائے جنکو سنکر حضرت نے فرمایا مشتاق نے اس کتاب کی ترتیب میں بڑی محنت اور کاوش کی ہے اور انتہائی بہجت و مسرت کی حالت میں مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا اس کو خون کے آنسو کہا جائے یا خوشی کے آنسو؟ اسکے بعد اپنی جیب خاص سے پچیس ۲۵ روپے دیتے ہوئے یہ فرمایا کہ اسکو جلد دوم کی اشاعت میں میری طرف سے شامل کر لیا جائے کسی بھی کتاب پر حضرت مفتیٔ اعظم ہند کا اظہار مسرت اسکے صحت سند کی روشن دلیل ہے یہ سرکار کا کرم و خورداں نوازی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم رب کریم حضرت کے ظل عاطفت کو ہم پر دراز فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اسیر حبیب: مشتاق احمد نعمانی
یکم ربیع الاول شریف مطابق ۱۲ اگست ۱۹۵۴ء

شرفِ انتساب

عہد حاضر کا وہ ممتاز رہنما جس نے اپنے فضل و کمال پر درویشی کی چادر ڈال رکھی ہے اور سچ تو یہ ہے اس کی سادگی پر زینت و آرائش کی ہزاروں رعنائیاں قربان ہیں. جس کے سینے میں قوم مسلم کا صحیح درد سچی تڑپ ہے جو ابھی چند برس ہوئے مسلمانوں کو آبرومندانہ زندگی دلانے کے لئے پندرہ مہینے کی قید بامشقت سے رہا ہوا ہے جو بیک وقت علم ظاہر و علم باطن کا ایسا سنگم ہے جہاں پر ہر ایک تشنہ لب کو سیرابی آسودگی کی دولت گرانمایہ ملتی ہے جس کی آغوش تربیت نے مجھے سنبھالا اور مجھ ذرہ ناچیز کو اپنی غلامی کا شرف بخشا جس کے قدموں پر میری متاع زندگی نچھاور ہے ۔ میں اپنی کاوشِ ذہنی کو اسی ذات گرامی کی طرف منسوب کرتے ہوئے فخر و سعادت محسوس کرتا ہوں

یعنی مرشد برحق استاد محترم مجاہد ملت حضرت مولانا

الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ

سرپرست ماہنامہ پاسبان الہ آباد

اسیر حبیب : مشتاق احمد نظامی

یکم ربیع الاول شریف مطابق ۱۳ر اگست سنہ ۶۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

میری تقریر طبع یار کو بے چین کرتی ہے
سبب کیا ہے وہی کہتا ہوں جو دل پہ گذرتی ہے

یہ سن کر آپ کو حیرت ہوگی کہ "خون کے آنسو" کا پہلا ایڈیشن صرف ڈیڑھ ماہ کے مختصر سے وقفہ میں ختم ہوگیا۔ ابھی بہت سے بزرگوں اور دوستوں کو دفتر کی طرف سے اعزازی نسخہ بھی نہیں بھیجا گیا تھا کہ ہمیں ان سے معذرت کرنی پڑی اب دوسرے ایڈیشن کے لیئے کاپی پریس جا چکی ہے، کتاب کی مانگ اور آرڈر کی بھر مار سے ہم یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ فوری طور پر ابھی ہمیں اسکے کتنے ایڈیشن نکالنے پڑینگے یہ جو کچھ بھی ہے اس خدائے قدیر کی بے پایاں رحمتوں کا نتیجہ ہے کہ اس نے اپنے ایک عاجز بندے سے ایسا کام لیا جو ہر طبقے میں بہ نظر قبول دیکھا گیا میرے احساس و شعور کے کسی گوشے میں بھی یہ جذبہ پندار کارفرما نہیں کہ میں نے کوئی نمایاں کام انجام دیا ہے علمائے دیوبند کی جن ڈھکی چھپی باتوں کو میں نے آشکار کیا ہے وہ کچھ اختراعی ذہن گھڑت کہانی نہیں ہے بلکہ چند حقائق پر کچھ پردے پڑے تھے جس حجاب کو میں نے پوری جرأت و دیانت سے الٹ دیا۔ اب اس دریچے سے جھانک کر آپ ان کی تصویر ہی نہیں بلکہ نیت ارادے کا بھی پتہ لگا سکتے ہیں! دیوبند کی جن روایات و واقعات کو میں نے سپرد قلم کیا ہے

اب وہ باتیں صیغۂ راز میں نہ تھیں بلکہ انھیں چھپا کر اب ان کے لیے بھی جینا آسان نہ تھا

کیا اچھا جنھوں نے دار پر منصور کو کھینچا
کہ خود منصور کو مشکل تھا جینا رازداں ہو کر

"خون کے آنسو" کی اشاعت پر آج جن لوگوں کو مجھ سے شکایت ہے انھیں سنجیدگی سے یہ غور کرنا چاہیے کہ وہ اپنی برہمی میں کس حد تک حق بجانب ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ میں نے کام اپنا نہیں بلکہ ان کا کیا ہے۔ اساطین و اکابر دیوبند کے جو محاسن و فضائل ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے تھے میں نے پوری دیدہ ریزی سے ان کے باغیچہ کی ایک ایک کلیوں اور پھولوں کو یکجا کیا ہے اور ایک گلدستہ کی شکل میں ان کے روبرو پیش کر دیا ہے اب اس کا کیا کیجیے کہ وہ جس کلی اور پھول کو موگرا، موتیا، نرگس اور یاسمین سمجھ بیٹھے تھے وہ مدار اور دھتورا نکلے میں نے تو یہ سوچ کر قلم اٹھایا تھا۔

کون کھولے گا ترے دل کی گرہ میرے بعد
کون سلجھائے گا الجھا ہوا گیسو تیرا

مگر اس کے باوجود نہ جانے کیوں مزاج یار برہم ہے۔

علمائے دیوبند کی ایک عام شکایت ہے کہ ہمارے مقابل علمائے اہل سنت کی تقریر و تحریر کا لب لہجہ انتہائی تند و تیز و ناخوشگوار ہوتا ہے میں نے جلد اول میں انکی اس دھاندلی پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ یہ محض ان کا افترا و بہتان ہے جسکی شہادت میں الشہاب الثاقب مصنفہ مولوی حسین احمد صاحب کے انداز تحریر کا حوالہ دیا گیا

ہے جسمیں انھوں نے مقتدائے اہل سنت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھ سو چالیس گالیاں دی ہیں ان حوالہ جات کے بعد بھی میرا قلم قابو سے باہر نہیں ہوا بلکہ حضرات دیوبند سے اتنی ہی گذارش کی ہے۔

رندان مے پرست سیاہ مست ہی سہی
اے شیخ گفتگو تو شریفانہ چاہیے

گو ہم آپ کی نظر میں عرس و میلاد والے سہی مگر بات تو شریفوں جیسی ہونی چاہیئے "خون کے آنسو" جلد اول کا جو مطالعہ کر چکے ہیں انھیں اس امر کا بخوبی احساس ہو گا کہ میں نے کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہی اور میرے اپنے خیال میں کتاب کے اس انداز فکر و تحریر نے ہر دماغ کو اپیل کرنے میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔ اب آپ کے سامنے جلد دوم حاضر ہے اس میں بھی اسی اہتمام کا من و عن لحاظ رکھا گیا ہے اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے انھی کی باتیں پیش کر کے معاملہ عوام کی عدالت میں پیش کر دیا گیا ہے۔

علمائے دیوبند کی رسول دشمنی اور اپنے بزرگوں کے ساتھ ان کے والہانہ عشق و محبت کی تصویر کشی کے بعد میں نے اتنا ہی اشارہ کیا ہے کہ

ابلیس ہو، سقراط ہو، سرمد ہو کہ منصور
خود آگہی ہر حال میں گردن زدنی ہے

میں نے انھی کی کتابوں سے ان کی غلط پندار کا ایک تفصیلی خاکہ حاضر کیا ہے جسمیں

رنگ در دغن ۔کہ یہ بریلی یا بدایوں سے کچھ لینے کے بجائے تھانہ بھون، نانوتہ، گنگوہ، دیوبند وغیرہ سے سارا میٹریل حاصل کیا گیا ہے جس پر آج پوری دنیائے دیوبندیت انگشت بدنداں ہے۔

کتاب دہر میں اک باب حیرت ہے مری ہستی
مجھے دیکھو میں بیٹھا ہوں تمہاری داستاں ہو کر

"خون کے آنسو" جلد اوّل مولوی حسین احمد صاحب کے ناتمام تذکرے پر ختم کر دی گئی ہے۔ کتاب کے تسلسل کو باقی رکھتے ہوئے جلد دوم کی ابتدا صدر دیوبندی سے کی جائے گی۔ پھر اس کے بعد ان کی کتابوں کے مختلف حوالہ جات سے دیوبندی عقائد پر سیر حاصل گفتگو ہوگی۔ مجھے وہم وگمان بھی نہ تھا کہ جلد دوم کی اشاعت کی اس قدر جلد باری آجائیگی۔ چنانچہ میں جلد اوّل کی اشاعت کے بعد "معیار حق" اور "امام احمد رضا"، کی تدوین و ترتیب میں لگ گیا تھا۔ مگر تقاضے کے خطوط نے مجھے اس قدر جھنجھوڑا کہ معیارِ حق اور امام احمد رضا کا کام ادھورا چھوڑ کر "خون کے آنسو" جلد دوم کی ترتیب میں لگ جانا پڑا۔ اب پوری کتاب کا مطالعہ کر کے ناظرین ہی انصاف فرمائیں کہ بقول حضرات دیوبند ہم سُنیوں نے انھیں بدنام کیا یا کہ خود ان کے آوارگیٔ قلم نے انھیں تباہ کیا — کہنے والے نے کتنے پتے کی بات کہی۔!

آپ کہتے ہیں کیا ہم کو غیروں نے تباہ
بندہ پرور یہ کہیں اپنوں کا ہی کام نہ ہو

مقدمہ میں اس امر کی وضاحت بھی ضروری جانتا ہوں کہ مطالعہ سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجائے کہ ایمان و عقیدے کی بنیاد پر آج دو الگ الگ کول ہیں دیوبند اور بریلی اور ان دونوں کا یہ کہنا ہے کہ حق و صداقت ہمارے ساتھ ہے۔ آپ کو خون کے آنسو کے صفحات پر ہی تلاش کرنا ہے کہ واقعتہً حق پہ کون ہے! اگرچہ اس کتاب میں تصویر کا ایک ہی رخ صراحتہً پیش کیا گیا ہے۔ یعنی علماء دیوبند کی رسول دشمنی، تضاد بیانی، حقائق سے منہ موڑ کر ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی وغیرہ وغیرہ لیکن دیوبندی عقائد پر گفتگو کرتے ہوئے بریلوی عقائد کی طرف از خود کچھ اشارے ہو ہی جاتے ہیں جس کی تہ تک پہنچنا یہ آپ کی کاوش فکر کا کام ہے۔

مثلاً بطور تقابل اور موازنہ اگر یہ بات کہی جائے کہ علماء دیوبند کے حسب ذیل عقائد ہیں۔

(۱) علماء دیوبند خداوند قدوس کے علاوہ اپنے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھی مربی خلائق کہتے ہیں۔

حوالہ مرثیہ رشید احمد گنگوہی مصنفہ مولوی محمود حسن صفحہ ۱۲

خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے، مرے مولا مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

(۲) علماء دیوبند کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تو صرف مردوں کو زندہ کر سکتے تھے مگر مولانا رشید احمد گنگوہی مردوں کو زندہ کرتے اور زندوں کو مرنے نہ دیتے۔

نوٹ:۔ حالانکہ آں بدولت خود مر گئے

حوالہ۔ مرثیہ رشید احمد گنگوہی صفحہ ۲۳۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا۔ اس مسیحائی کو دیکھیں ذرہ ابن مریم

(۴) علماء دیوبند کے نزدیک مولوی رشید احمد گنگوہی کا کالا کلوٹا غلام یوسفِ ثانی تھا۔

حوالہ۔ مرثیہ رشید احمد گنگوہی صفحہ ۱۱

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

نوٹ:۔ جب مولانا رشید احمد گنگوہی کا کالا کلوٹا غلام یوسف ثانی تھا تو پھر گنگوہی صاحب کے گورے چٹے چہیتے پیارے مولوی قاسم نانوتوی جن کو گنگوہی صاحب خانقاہ گنگوہ میں ایک چارپائی پرلے کر لیٹے ان کا کیا مرتبہ تھا؟ اس کا حوالہ جلد اول میں گذر چکا ہے۔

(۵) علماء دیوبند کے نزدیک عارفان باللہ خانہ کعبہ میں پہنچ کر گنگوہ کو تلاش کرتے ہیں۔ حوالہ مرثیہ رشید احمد گنگوہی صفحہ ۱۳

پھرے تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

(۵) علماء دیوبند کا عقیدہ ہے کہ دین و دنیا کے حاجت روا مولانا گنگوہی ہیں۔

حوالہ۔ مرثیہ صفحہ ۱۰

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

نوٹ۔ رسول کریم، مولا علی، سرکار حسین، غوث اعظم، غریب نواز کو حاجت روا سمجھنا دیوبندی عقیدے کی بنا پر شرک ہے؟ چونکہ غیر اللہ سے مدد مانگی گئی۔

(۷) علماء دیوبند کے نزدیک مولانا گنگوہی سارے عالم کے مخدوم ہیں اور پوری کائنات

ان کی فرماں بردار ہے۔

حوالہ۔ مرثیہ رشید احمد گنگوہی "ٹائیٹل پیج کی عبارت"، مخدوم الکل مطاع العالم جناب مولانا رشید احمد گنگوہی۔

۷۔ علماء دیوبند کے نزدیک مولانا گنگوہی کا حکم قضائے جرم ہے جو حکم کبھی ٹل نہیں سکتا

حوالہ۔ مرثیہ صفحہ ۸

نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا: اس کا جو حکم تھا۔ تھا سیف قضائے جرم

نوٹ:۔ معلوم نہیں اس اردو سے لکھنؤ اسکول کو اتفاق ہے یا نہیں؟

ہمیں تو اس وقت ان کے چند عقائد کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

۸ علماء دیوبند کے نزدیک مولانا رشید احمد گنگوہی صدیق اکبر اور فاروق اعظم دونوں ہی تھے،

حوالہ۔ مرثیہ گنگوہی صفحہ ۱۶

وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہئے عجب کیا ہے:۔ شہادت نے تہجد میں قدمبوسی کی گر ٹھانی

۹۔ دیوبندی عقیدے میں سیدنا امام عالی مقام سرکار حسین کا مرثیہ جلا دینا چاہیے

حوالہ۔ فتاوی رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۳۰،

ان کا جلا دینا یا زمین میں دفن کر دینا ضروری ہے۔

نوٹ:۔ مولانا گنگوہی کا مرثیہ لکھا جائے، چھاپا جائے، پڑھا جائے، فروخت کیا جائے۔ یہ سب درست ہے مگر سرکار حسین کا مرثیہ جلا دینا ضروری ہے۔

۱۰ علماء دیوبند کے نزدیک صحیح روایت کے ساتھ بھی محرم میں ذکر شہادت امام حسین درست نہیں ہے۔

حوالہ۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۱۴

محرم میں ذکر شہادت حسنین علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا، شربت پلانا، چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہے۔

۱۱۔ علماء دیوبند کے نزدیک محرم کا شربت اور دودھ وغیرہ تو حرام ہے مگر ہندوؤں کے تیوہار ہولی یا دیوالی وغیرہ میں ہندوؤں سے پوری وغیرہ لینا اور کھانا درست ہے

حوالہ۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۰۷

ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں۔ الجواب۔ درست ہے۔

۱۲۔ علماء دیوبند کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کو کافر کہنے والا اہلسنت وجماعت سے خارج نہ ہوگا۔

حوالہ۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۱

جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے۔ ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے۔ اور اپنے اس کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا

۱۳۔ علماء دیوبند کے نزدیک مجلس میلاد شریف اگرچہ بغیر قیام کے ہو اور بہ روایت صحیح ہو تب بھی ناجائز ہے۔

حوالہ۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۸۳

انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایت صحیح درست ہے یا نہیں؟

الجواب انعقاد مجلس مولود ہر حال میں ناجائز ہے۔

نوٹ:۔ باوجود مولانا گنگوہی کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ہر سال میلاد کرتے اور قیام میں لذت محسوس کرتے "وہ فیصلہ ہفت مسئلہ" ! البتہ مولانا تھانوی کے نزدیک دنیاوی منفعت کے پیش نظر محفل میلاد شریف میں شریک ہونا درست ہے وہ جلد اول میں حوالہ گذر چکا ہے۔

۱۴۔ علماء دیوبند کے نزدیک بستیوں میں پھرنے اور نجاست کھانے والا کوا کھانا درست اور ثواب ہے۔

حوالہ فتاوی رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۴۰ سوال جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب الجواب:۔ ثواب ہوگا۔

۱۵ علماء دیوبند کے نزدیک امتی عمل میں نبی کے برابر ہو سکتا ہے بلکہ نبی سے بڑھ سکتا ہے۔

حوالہ۔ "تحذیر الناس" مصنفہ مولوی محمد قاسم نانوتوی صفحہ ۵

انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں!

۱۶ علماء دیوبند کے نزدیک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے شیطان کا علم زیادہ ہے۔ اور شیطان کے علم کی زیادتی قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور حضور کی وسعت علم کے لیے ان کے نزدیک کوئی نص قطعی نہیں۔

حوالہ۔ "براہین قاطعہ" مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی صفحہ ۵۱

الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھکر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

۱۷ ایسے ہی علماء دیوبند کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے بلکہ جھوٹ بول چکا" رسول اللہ کے علم ایسا تو جانور، پاگل مجنون کا علم ہے رسول اللہ بڑے بھائی جیسے ہیں" پیغمبر اپنی امت کا ایسے ہی سردار ہے جیسے گاؤں کا چودھری" رسول خدا ہمارے ہی جیسے بشر تھے،، رسول خدا مر کر مٹی میں مل گئے۔ نماز میں رسول اللہ کا خیال لانا گائے بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے وغیرہ وغیرہ

نوٹ:۔ ۱۷ میں علماء دیوبند کے جو عقائد لکھے گئے ہیں اس کی تفصیل معہ حوالہ جات اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا لڑنے چلے ہیں ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

نوٹ: حضرات دیوبند اہلسنت کے مراسم کو شرک و بدعت تو کہہ گئے مگر آج تک اپنے دعوے کی کوئی بھی قابل تسلیم دلیل نہ دے سکے۔ بات یہ ہو رہی تھی کہ علمائے دیوبند کے عقائد کی صراحت میں علماء اہلسنت کے عقائد کی طرف اشارہ ہو ہی جاتا ہے اور خون کے آنسو پڑھ کر آپ کو ہی فیصلہ کرنا ہے کہ کون عاشق رسول ہے اور کون شاتم رسول کس کے زبان و قلم میں احتیاط و ادب ہے کس کے زبان و قلم میں گستاخی و بے ادبی۔ ہمارا کام تو محض پیغام پہنچانا ہے۔ ورنہ میں جانتا ہوں

بشر کی توقعوں سے ہر کبھی سیدھی نہیں ہوتی   خدا ہی کی وہ طاقت ہے جو سب کو ٹھیک کرتی ہے

دوستو! ایمان و عقیدے کے کچھ اشارے تھے جن کی بنا پر "خون کے آنسو" مرتب کی گئی ورنہ اور بھی بہت سے عنوانات پر قلم اٹھایا جا سکتا ہے۔ تم ہی بتاؤ کیا آج کا یہ روح فرسا اور گھناؤنا منظر دیکھ کر کلیجہ منہ کو نہیں آتا۔ کہ قہوہ خانہ اور چوراہے پر کھڑے ہو کر مسلمان آستینیں اٹھا اٹھا کر علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مباحثہ و مجادلہ کرتے۔ آج ہم محض اس بنیاد پر کٹ مرے ہیں کہ میلاد میں قیام درست ہے یا شرک و بدعت ایسے ہی نہ جانے کتنے مسائل ہیں کہ جنھیں شرک و بدعت کی صحیح تعریف نہیں آتی مگر وہ ہر نشست میں شرک و بدعت کی قے کرتے رہتے ہیں۔ آج ہماری زبان پامال ہو رہی ہے ہمارے اقتصادیات و سیاسیات کی لڑیں روز بروز زنگ ہوتی جا رہی ہیں ایسی پریشان حال اور زخم خوردہ قوم کیلئے علماء دیوبند نے آج تک کوئی ڈاکخانہ تو نہ کھولا مگر میلاد و فاتحہ کرنیوالوں کیلئے ہزاروں فوجی اڈے بنا دیے گئے۔ جہاں سے ہر صبح و شام گولہ باری ہوتی رہتی ہے کیا واقعۃً عرس نیاز میلاد و قیام ایسا ہی جرم ہے کہ اس کی بنیاد پر کروڑوں مسلمانوں سے الگ تھلگ آپ نے ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنا رکھی ہے۔ یا اب محض بات کی لاج رکھی ہے اگر لاج ہی رکھنے کا جذبہ کار فرما ہے تو خانہ ساز عقیدت کی لاج نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی لاج رکھیے اور کبھی اس نزاکت پر بھی غور کیجیے کہ آپ نے کروڑوں مسلمانوں کو محض اس جرم میں چھوڑ رکھا ہے کہ یہ میلاد و قیام عرس و نیاز والے ہیں اور ان کروڑوں کو آپ سے یہ شکایت ہے کہ آپ نے محبوب خدا آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ گرامی میں گستاخی و بے ادبی کرکے عامیانہ و سوقیانہ گالیاں تک دی ہیں آخرش آپ ہی فرمائیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرہ ناچیز سے کمتر اور چمار سے زیادہ ذلیل کہنا یہ گالی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا آپ کی نظر میں

یہ بھی کوئی منطق وفلسفہ یا معانی و بیان کا کوئی الجھا ہوا مسئلہ ہے؟ کیا آپ کی نظر میں ذرۂ ناچیز چمار ذلیل جیسے الفاظ کے معنی دیکھنے کیلئے لغت اٹھانے کی ضرورت ہے اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر ایسے عقیدے کے پرچار کے کیا معنی؟ ایسی صریح اور واضح عبادت کی توجیہ تاویل کے کیا معنی؟ اور اگر بالفرض یہ الفاظ آپ کی نظر میں محتاج تاویل ہیں تو کیا دوسروں کو بھی آپ اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ وہ بھی آپ کیلئے یہی الفاظ بول کر اسکی تاویل کریں۔ اگر آپ اپنے حق میں گوارا نہیں کر سکتے اور یقیناً گوارہ نہ کریں گے تو للہ انصاف کا خون نہ کیجیے بتائیے اور سچ سچ بتائیے کہ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے آپ کے ضمیر نے کیونکر گوارا کیا کہ ان کو ذرہ ناچیز سے کمتر اور چمار سے زیادہ ذلیل کہا جائے۔ اور آج ان عبارات کے واپس لینے کا آپ سے مطالبہ کیا جائے تو ٹھنڈے دل سے سوچنے کے بجائے آپ آمادۂ جنگ نظر آتے ہیں بہرحال علماء دیوبند کی نجس و ناپاک ذہنیت پر ایک تازہ واقعہ سنیئے جس کے لکھتے ہوئے میری آنکھیں نمناک ہیں اور قلم کانپ رہا ہے۔

ابھی پچھلے دنوں تیسری جون ۱۹۶۱ء کو مولانا انیس عالم کے زیر اہتمام سوبھن ضلع دربھنگہ میں سہ روزہ سرکار مدینہ کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ جس میں راقم الحروف بھی شریک تھا ظہر وعصر کے درمیان ایک فاضل دیوبند تشریف لائے۔ اور ہم لوگوں سے فرمایا کہ آپ لوگ روزہ و نماز کی بات تو کچھ نہیں کہتے محض ایمان وعقیدہ پر تقریر کرتے ہیں۔ اور اتنا ہی نہیں بلکہ علماء دیوبند کی تکفیر بھی کرتے ہیں آخر ان علماء دیوبند کے تکفیر کی کیا وجہ ہے؟ ہم نے جواباً کہا کہ ان لوگوں نے

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی ہیں اور آقائے دو جہاں کی توہین متفقہ طور پر موجب کفر ہے اور بطور مثال میں نے حفظ الایمان کی کفری عبارت پیش کر دی اس پر فاضل دیوبند نے کہا کہ گالی کی بھی تو تاویل ہو سکتی ہے اور بسا اوقات گالی کا دینا عیب نہیں ہوتا میں نے کہا کہ اس کی مثال آپ دیجیے جہاں گالی کا دینا عیب نہ ہو اب جواب سنیے اور سر دھنیے۔

فاضل دیوبند نے کہا جیسے سالا بہنوئی کو اور بہنوئی سالے کو گالی دیتا ہے یا سمدھی اپنے سمدھی سے مذاق کرتا ہے غصے کو پی کر اور جو اس کو بدقت تمام قابو میں رکھ کر میں نے دریافت کیا کہ پھر یہ بھی فرمادیجیے کہ علماء دیوبند کا محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کونسا رشتہ ہے؟ جس کی بنا پر آپ لوگوں کو مذاق اور گالی کی اجازت ہو گیا قرآن حکیم کی یہ آیت دیوبند کی چہار دیواری تک نہیں پہنچی "النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم" یا کہ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔"

ابھی میں یہ کہہ ہی رہا تھا کہ اس شخص کے دماغ کی چول کھسک گئی ہے یا کچھ دنوں بعد یہ ایسی کتاب لکھے گا جو تقویۃ الایمان اور حفظ الایمان کے حق میں سونے پر سہاگہ کا کام دے گی کہ مجمع میں برہمی پیدا ہوئی اور بعض جوشیلے جوتے لے کر کھڑے ہو گئے کسی طرح بیچ بچاؤ کر کے اس کو مجلس سے باہر کر دیا گیا۔

؎ مجلس میں میرے علاوہ مولانا رفاقت حسین صاحب مفتی کانپور اور مولانا ابو الوفا فصیحی غازی پوری تھے۔

اہلِ سنّت کے لیے مجھکو ہے ماتم کرنا
ان کی خاطر تہ مجھے بزم میں گریاں ہونا

ابھی گذشتہ برس کی بات ہے میں بسلسلۂ تقریر گجرات کے دورے پر گیا تھا خاص شہر بھڑوچ میں میری تقریر ہو رہی تھی آج میری تقریر کا عنوان "مسلۂ معراج جسمانی" تھا۔ تقریر اپنے شباب پر تھی کہ ایک رقعہ آیا جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔

"کیا آپ کے بزرگوں کو سردی لگتی ہے جو ان کے قبر پر
چادر ڈال دیتے ہیں۔"

میں نے کہا جی ہاں عارفان باللہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں جب انھیں دفن کیا جاتا ہے تو جنت کی نہ جانے کتنی کھڑکیاں کھول دی جاتی ہے اور جنت کی ہوائیں ٹھنڈک* ہوتی ہے جب آپکے بزرگوں کو سپرد خاک کیا جاتا ہے تو جہنم کی کھڑکیاں کھل جاتی ہیں۔ اگر انکی قبر پر چادر ڈالی جائے تو چادر بھی جل کر خاک ہو جائے شاید کوئی ایسا سابقہ پڑ چکا ہے اسی لیے علماء دیوبند چادر کے پیچھے پڑ گئے ہیں تا کہ ان کا بھرم باقی رہ جائے یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ چادر جل جائیگی۔ ایمیں بے آبروئی ہے اس لیے شرک و بدعت کے مِن گھڑت فتاوے لیکر کھڑے ہو گئے ورنہ اولیاء کرام کی شان تو یہ ہے۔

مر کے ٹوٹا ہے کہیں سلسلۂ قید حیات
فرق اتنا ہے کہ زنجیر بدل جاتی ہے

ان مثالوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ اس سے دیوبندی مکتبۂ فکر کے رجحانات کا اندازہ کریں کہ وہ رسول خدا اور اولیاء کرام کی بارگاہ میں کس حد تک بے ادب و گستاخ ہیں

---

* ایسی ٹھنڈک جس سے تکلیف نہ پہنچے یہ بات بطور لطیفہ کہی گئی ہے ورنہ عظمت اولیاء کے اظہار سے چادر ڈالی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہی وہ علل واسباب ہیں جنھوں نے "خون کے آنسو" لکھنے پر مجھے ابھارا

ع یہ اپنی اپنی عادت ہے اور اپنا اپنا شیوہ ہے

کے مطابق وہ سرکار ابد قرار کو اپنے جیسا بشر کہتے رہیں۔ اور ہماری نگاہیں تو ان کی ایک ایک ادا پر قربان ہے۔

یُوں مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی
یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنا دیا

اسیرِ حبیب
مُشتاق اَحمد نظامی
۱۴ر اگست ۱۹۶۱ء

خون کے آنسو

صفحات ۲۵۶ جلد اوّل قیمت ۴ روپے

خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی ایڈیٹر پاسبان کی ذہن و فکر میں زلزلہ ڈالنے والی معرکتہ الآرا تصنیف

جسمیں

علامہ فضل حق خیر آبادی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تحریک جہاد کا موازنہ، علماء دیوبند کی انگریز دوستی کا تفصیلی جائزہ مولانا فضل امام اور مولانا فضل حق کے علمی کارنامے "الہند" کا پس منظر جامع المجددین اور "الامداد" پر مدیر برہان مولانا سعید احمد اکبر آبادی کا بے لاگ تبصرہ حفظ الایمان کی عبارت پر علماء دیوبند کی باہمی دھینگا مشتی اور خانہ جنگی اور ساتھ ہی فاران کراچی حیات قاسم مکتوبات شیخ ارواح ثلاثہ، تذکرۃ الرشید، مکالمتہ الصدرین شیخ الاسلام نمبر سیف یمانی، اشد العذاب، نذر عقیدت، تواریخ عجیبہ، نصرت آسمانی، آئینہ صداقت تفسیر حقانی، مسئلہ قومیت، الشہاب الثاقب، الثورۃ الہندیہ، نقش حیات، نشر الطیب مختصر سیرت نبویہ، جیسی سینکڑوں کتابوں سے علماء دیوبند کی رسول دشمنی اور تضاد بیانی کا کھلا ثبوت دیا گیا ہے۔

گویا خون کے آنسو علماء دیوبند کی سیکڑوں کتابوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے

جس کا مطالعہ

شک و شبہ کے دلدل سے نکال کر آپکو ایمان و یقین کی دولت گرانمایہ بخشیگا اور آپ انصاف و دیانت کی روشنی میں حق و باطل کا دو ٹوک فیصلہ کر سکیں گے مکتبہ نبویّہ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ حبیبہ الذی اصطفیٰ

شیخ الاسلام نمبر کا سرسری جائزہ

کہیں روس کا ٹٹوا کہیں چین کا ٹٹوا
حضرت شیخ کی محفل میں بدالدین کا ٹٹوا

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۶۵

مولانا حسین احمد صاحب جب موڈ میں ہوتے ہیں تو اپنی بچی عمرانہ سے یہی شعر پڑھواتے تھے۔ چونکہ اسوقت حضرت شیخ ہی کا تذکرہ ہے اس لیے انھی کے محبوب و پسندیدہ شعر سے ان کے ذکر کا آغاز کیا جاتا ہے اس کو تو فخر مشرق علامہ شفیق جونپوری بتائیں گے کہ مندرجہ بالا شعر کس بحر میں ہے ہمیں تو بر سبیل راہ یہ دکھانا ہے کہ مولانا حسین احمد کے پسندیدہ اشعار کچھ ایسے ہی بے تکے قسم کے ہوا کرتے تھے جس سے ان کے ذوق ادب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اس پر طرفہ تماشا یہ کہ حضرت شیخ کوئی معمولی درجہ کے انسان نہ تھے بلکہ اس خاکدان گیتی میں وہ خلاصہ کائنات بن کر آئے تھے۔ شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۳۰

خدا کے لیے یہ تو مشکل نہیں ہے۔ ہو عالم کا مجموعہ اک فرد واحد

مناسب ہے کہ یہیں پر تقویتہ الایمان کی ایک عبارت پیش کر دی جائے جس سے حضرات دیوبند کی رسول دشمنی کا صحیح اندازہ ہو سکے گا۔

تقویتہ الایمان صفحہ ۳۷

وہ شہنشاہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی محمد کے برابر پیدا کر ڈالے۔

نوٹ:۔ جب توہین نبوت اور تنقیص رسالت کے جذبہ ملعون نے اکسایا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت و کبریائی کے اظہار کا یہ انداز اختیار کیا کہ اگر وہ چاہے تو محمد کے برابر کروڑوں نبی پیدا کر ڈالے اور جب اپنے شیخ الاسلام کو مقام نبوت سے بھی اونچا کر کے دکھانا ہو تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی علو مرتبت کا بیان اس طرح کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ بعید نہیں کہ وہ مولانا حسین احمد کو خلاصہ کائنات بنا دے

احباب کی یہ شان حریفانہ سلامت
دشمن کو بھی یوں زہر اگلتے نہیں دیکھا

سچ جانیئے جن کلمات کی ادائیگی میں زبان کفر لکنت کھا جائے اس کی ادائیگی میں علماء دیوبند کو جھجک تک محسوس نہیں ہوتی۔ اور یہ تو ان کا بہت ہی پرانا وطیرہ ہے کہ جب کبھی بھی شان رسالت گھٹانی مقصود ہوتی تو اختراعی توحید کا جھنڈا لے کر کھڑے ہو گئے اور اسی کی آڑ میں سب و شتم و تبرا بازی پر اتر آئے جس کی شہادت میں تقویتہ الایمان وغیرہ سے چند در مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں اور اس پہ ستم بالا ستم یہ کہ جب ان کی یاوہ گوئی اور خرافات پر حق بجانب سوالات کیئے گئے تو نادم و شرمندہ ہونے کے بجائے

عذر گناہ بدتر از گناہ کے مطابق جنگ وجدال کی بالکل نیچی سطح پر اتر آئے یہاں تک کہ علمائے اہلسنت کی طرف گڑھی ہوئی کتابیں اور ان کی فرضی عبارات کو منسوب کر کے انھیں بدنام و رسوا کرنے کی سعی ناکام کی گئی۔ علماء دیوبند کی اس قسم کی حیاسوز اور رکیک حرکات کا مشاہدہ رسالہ سیف النقی کے مطالعہ میں ہو سکیگا جو علمائے دیوبند کی افترا پردازی و بہتان تراشی کا پورے پورے ضامن و کفیل ہے یہ رسالہ کسی ایک دماغ کا تراشیدہ و نراشیدہ نہیں بلکہ دیوبند کے اعاظم و اکابر کی مشترکہ پارٹی سر جوڑ کر بیٹھی اور متفقہ طور پر رسالہ سیف النقی کی ترتیب دی گئی! گویا اس جرم و خطا میں دیوبند کا پورا عملہ برابر کا شریک ہے۔

اب سیف النقی کے حوالہ سے چند جعلی اور گڑھی ہوئی کتابیں اور اس کی فرضی عبارات و فرضی پریس کا نام سن کر حضرات دیوبند کی جسارت و ڈھٹائی پر سر دھنیے

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

(۱) سیف النقی صفحہ ۳ پر ایک فرضی و جعلی کتاب بنام "تحفۃ المقلدین" جو سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے والد ماجد امام العلماء حضرت علامہ مولانا محمد نقی علی خان صاحب قدس سرہ کے نام نامی سے منسوب کی گئی ہے اور فرضی پریس صبح صادق سیتاپور کا حوالہ بھی دے دیا گیا ہے۔

(۲) اسی طرح سیف النقی ہی کے صفحہ ۲۰ پر ایک گڑھی ہوئی کتاب تحقیق المقلدین کو حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے جد امجد سراج الاتقیا حضرت مولانا رضا علی خان قدس سرہ کی طرف منسوب کیا اور بہ کمال ڈھٹائی مطبوعہ لکھنؤ بھی لکھدیا صفحہ ۱۲

(۳) اور اتنے ہی پر بس نہیں بلکہ اسی سیف النقی کے صفحہ ۱۲ پر ایک گڑھی ہوئی کتاب بنام مرآۃ الحقیقۃ آثار تعمت حضور سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کر کے خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ہوئے اور اپنی بگڑی ہوئی عادت کے مطابق اس کتاب پر بھی لکھدیا مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸

(۴) یہ نہ سمجھئے کہ کذب وافترا اور جعل وسازش کی یہ مہم یہیں پر آ کے ختم ہو گئی بلکہ اپنے کالے جھوٹ پر سفید جھوٹ کی مہر توثیق ثبت کرنے کے لیے سیف النقی کے صفحہ ۲۰ پر فاضل بریلوی قدس سرہ کے والد ماجد کا فرضی نشان مہر بھی بنا دیا جسکی صورت یہ ہے

۱۳۰۱
نقی علی سنی حنفی

حالانکہ حضرت کی مہر مبارک کا نقشہ یہ تھا

۱۲۶۹
مولوی رضا علی خان
محمد نقی خان ولد

لطف تو یہ ہے کہ مہر گڑھی گئی مگر پھر بھی بات نہ بن سکی صورتحال یہ ہے کہ حضرت کا وصال ۱۲۹۷ھ میں ہوا اور نقشہ مہر میں ۱۳۰۱ھ کندہ ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وصال شریف کے چار برس بعد مہر تیار ہوئی ہے۔

پہلے اپنے جنوں کی خبر لو — پھر میرے عشق کو آزمانا،

لوٹ:- میرے اپنے خیال میں شاید ہی دنیا کے کسی گوشہ میں خیانت کی ایسی مکروہ و گندہ مثال مل سکیگی جو حضرات دیوبند کے دامن تقدس کی جھالر بنی ہوئی ہے۔ کوئی سوچے تو سہی! کس قدر حیرت انگیز اور تعجب خیز بات ہے کہ اپنی خرافات کا اعتراف نہ کرتے ہوئے اس پر پردہ ڈالنے کے لیے چند در چند غلطیوں کا ارتکاب کرنا اور جرأت و دیدہ دلیری کا یہ عالم کہ الامان والحفیظ فرضی کتاب من گھڑت عبارات جعلی پریس تک کا اعلان کر دینا۔ ! سچ تو یہ ہے کہ اس قسم کی جسارت وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے کان کبھی شرم و حیا جیسے الفاظ سے آشنا تک نہ ہوئے ہوں !

اس کے باوجود زہد و تقویٰ اور اتباع سنت کا وہ بلند بانگ نعرہ جس سے تقشع اور ریا کے صنم اکبر کا بھی کلیجہ دہل جائے۔ اب ناظرین ہی انصاف فرمائیں کہ اگر متقی و پرہیزگار ایسے ہی لوگوں کو کہا جاتا ہے۔ تو غیر متقی کس کو کہا جائیگا۔

دوستو اگر تم نے علماء اہل سنت کو بدنام کرنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے تو کم از کم ایسی باتیں کرو جس سے تمہارا دامن تو سلامت رہ سکے۔

دشنام یار طبع حزیں پر گراں نہیں
اے دوست اپنی سبکی آواز دیکھنا

حضرات ! یہ توسیف النقی کا حوالہ تھا جس کی ترتیب میں دیوبندی مشنیری کا ہر کل پرزہ یکساں متحرک نظر آتا ہے۔ اب مولانا حسین احمد کی رسوائے زمانہ کتاب الشہاب الثاقب جو علماء بریلی کے رد میں لکھی گئی ہے اس کے چند حوالہ جات ملاحظہ فرما کر مولانا ٹانڈوی کی ڈھٹائی اور دیدہ دلیری کو داد دیجیے جس میں انھوں نے

من گھڑت کتاب، جعلی پریس، اور فرضی عبارات کو پیش کر کے علم ثقافت کیخلاف ایسا گھناؤنا انداز استدلال اختیار کیا ہے جس کو سن کر ہر صاحب علم کی گردن شرم و حیا سے جھک جائے۔

رہِ منزل میں سب گم ہیں مگر افسوس تو یہ ہے
امیرِ کارواں بھی ہیں ابھی گم کردہ راہوں میں

شہاب ثاقب صفحہ ۱۲

جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیا مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۵ میں ارقام فرماتے ہیں علم غیب صفت خاص ہے رب العزت کی جو عالم الغیب و الشہادہ ہے جو شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہے وہ بے دین ہے اس واسطے کہ آپ کو بذریعہ وحی کے امور مخفیہ کا علم ہوتا تھا جسے علم غیب کہنا گمراہی ہے ورنہ جمیع مخلوقات نعوذ باللہ عالم الغیب ہے،،

مقصود نہ بلبل ہے نہ طوطی ہے نہ قمری
مطلب تو چمن والوں کا ناوک فگنی ہے

سید العارفین حضرت علامہ مولانا سید شاہ حمزہ میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کی خزینۃ الاولیاء نام کی کوئی کتاب ہے ہی نہیں۔ جب کتاب ہی نہیں تو کانپور میں چھپنے یا اس میں صفحہ ۱۲ یا مندرجہ بالا عبارت کے ہونے نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مولانا ٹانڈوی قلم اٹھانے سے پہلے ہی اپنا دماغی توازن کھو چکے

ہی یہی وجہ ہے کہ ایسے ابتذال وگراوٹ پر اتر آئے جس کی مثال شاید ہی کہیں ڈھونڈنے سے مل سکیگی! ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

شہاب ثاقب کی ایک دوسری جگہ گڑھت روایت ملاحظہ کیجیے۔

شہاب ثاقب صفحہ ۲۲

مولوی رضا علی خان صاحب ہدایتہ الاسلام مطبوعہ صبح صادق، سیتا پور صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بالواسطہ تھا یعنی بذریعہ وحی کے تعلیماً معلوم ہوتا تھا۔ اور یہ علی قدر مراتب سب کو حاصل ہے علم غیب مطلق و بالذات کا اعتقاد رکھنا مفضی الی الکفر ہے اور نص قطعی کے خلاف اس میں تاویل اور الٹ پھیر کرنا بے دین کا کام ہے۔

اتنی کا دش بھی نہ کر میری اسیری کیلیے
تو کہیں میرا گرفتار نہ سمجھا جائے

سراج العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی رضا علی خان صاحب قدس سرہٗ نے ہدایتہ الاسلام نامی کوئی کتاب تصنیف ہی نہیں فرمائی بلکہ پھر کسی عبارت، صفحہ، سطر یا پریس کے تجسس و تلاش سے کیا فائدہ؟ کیا آج کی دنیا میں اس سے بھی بڑھ کر اتہام بندی و بہتان تراشی کی کوئی جیتی جاگتی مثال مل سکتی ہے؟

کچھ آج ہی نہیں بلکہ برسہا برس سے علماء دیوبند کی صداقت کو چیلنج ہے کہ اگر ان میں رائی کے دانہ برابر بھی حق پسندی کا کوئی حصہ باقی رہ گیا ہو تو خزینۃ الاولیاء اور ہدایتہ الاسلام کو منظر عام پر لا کر اپنی حق گوئی کا ثبوت دیں ورنہ توبہ استغفار کا دروازہ بھی کھلا تھا اور آج بھی ہے اب بھی شرم و ندامت سے گردن جھکا کر تائب ہو جائیں

مرید سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق

اور یہ مطالبہ کچھ ادہر ہی سے نہیں ہے بلکہ مولانا ٹانڈوی کی گود کے تربیت یا مولانا عامر عثمانی کا بھی یہی مطالبہ ہے۔ رو شہاب ثاقب پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا عثمانی نے مولانا ٹانڈوی کے خلف اکبر مولوی اسعد صاحب کو خطاب کیا ہے کہ خزینۃ الاولیاء اور ہدایتہ الاسلام سے متعلق جو مولانا ٹانڈوی پر الزام ہے اس کا جواب دینا اسعد سلمہ زید علمہ کی ذمہ داری ہے ملاحظہ فرمائیے۔

تجلی، فروری و مارچ ۵۹ء

کتاب کے لب و لہجے سے سخت وحشت زدہ ہونے کے باوجود تاہم انصافاً ضرور کہیں گے کہ مصنف نے مولانا مدنی پر ایک الزام بڑا بھیانک اور فکر انگیز لگایا ہے ان کا کہنا ہے کہ جن دو کتابوں خزانیۃ الاولیاء اور ہدایتہ الاسلام سے شہاب ثاقب میں بعض اقتباسات دیئے گئے ہیں وہ فی الحقیقت من گھڑت ہیں جن مصنفوں کیطرف انھیں منسوب

کیا گیا ہے انھوں نے کبھی ہرگز ہرگز یہ کتابیں نہیں لکھیں

سرد آہیں گرم آنسو آنسوؤں میں خون دل

کہہ رہے ہیں اس طرح افسانہ درد افسانہ ہم

نوٹ:- اسی کے ساتھ مولانا عثمانی نے مولانا ٹانڈوی کی صفائی میں کچھ جوابات بھی دیے ہیں جن جوابات کو عثمانی صاحب نے خود ہی قیاس اور تک بندی سے تعبیر کیا ہے ناظرین خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر مجیب ہی کی نگاہ میں جوابات کی حیثیت تک بندی کی ہے تو پھر اسکا وزن ہی کیا رہ جاتا ہے چنانچہ چند سطر بعد عثمانی صاحب رقمطراز ہیں۔

تجلی فروری مارچ ۵۹ء

تاہم یہ قیاسات ہیں بلکہ محض عقلی تک بندی پر ہیں حق یہ ہے کہ تحقیقی اور معقولی جواب یا تو مولانا مدنی کے بلند اقبال صاحبزادے مولوی اسعد طول عمرہ کے ذمہ ہے یا پھر ان مریدین و متوسلین کے ذمے ہے جو بجا طور پر مولانا کی عقیدت و محبت میں سرشار ہیں۔

نوٹ:- مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ مولانا عثمانی کے پاس اس کا کوئی صحیح جواب نہ تھا۔ ورنہ وہ اس قسم کی لچر تک بندی اور قیاس آرائی کے ہیر پھیر میں پڑنے کے بجائے خود ہی تحقیق اور معقولی جواب دے کر معاملہ صاف کر لیتے

البتہ اب مولانا اسعد صاحب سے گذارش ہے کہ اگر میرا مطالبہ ان کے برہمی مزاج کا باعث بن سکتا ہے تو اپنے عثمانی صاحب کی تسکین خاطر کیلئے کوئی جواب مرحمت فرما کر بلا واسطہ

نہ سہی بالواسطہ ہی میرا پیغام قبول فرمائیں۔

برگِ حنا پہ لکھتا ہوں میں دردِ دل کی بات
شاید کہ رفتہ رفتہ لگے دلربا کے ہاتھ

اب دیکھنا ہے کہ مولوی اسعد صاحب اپنے والد بزرگوار کی صفائی میں کوئی سنجیدہ اور معقول بیان دے کر اپنے خلف صادق ہونے کا ثبوت دیتے ہیں یا عثمانی صاحب کی طرح قیاس آرائی و تنگ بندی سے کام لے کر جگ ہنسائی کا موقع دیں گے البتہ برسبیلِ راہ عثمانی صاحب سے ایک ضروری بات عرض کرنی ہے کہ کسی بھی کتاب پر نقد و نظر کرنے سے پہلے اسکے ہر گوشے کی تحقیق کر لینا ضروری ہے۔ مثلاً یہی کتاب ردِ شہاب ثاقب جو اسوقت موضوع سخن بنی ہوئی ہے اسپر تبصرہ کرتے ہوئے آپ رقمطراز ہیں۔

تجلی، فروری و مارچ سنہ ۶۱

نیز ہو سکتا ہے مصنف کے ذہن میں یہی ہو رہا ہو کہ میں پاکستان میں ہوں یہیں کہ عوام میں زیادہ تر میری کتاب اشاعت پائیگی دیوبندی بچارے مذکورہ کتاب کی پوٹلی باندھ کر پاکستان آنے اور قریہ بہ قریہ ان کا نظارہ کرانے سے تو رہے ہم یا تو ان کے اعلان کو پی جائیں گے۔ یا اس کی بھی صاف تردید کر دیں گے کہ یہ وہابی کمبخت جھوٹے ہیں ظاہر ہے کہ ان الفاظ کے چھاپ دینے میں ہاتھی گھوڑے تو نہیں لگتے۔

کیوں کسی غیر سے میں شکوۂ بیداد کروں
لطف جب ہے کہ تجھی سے تیری فریاد کروں

نوٹ :۔ قربان جایئے عثمانی صاحب کی اس عقل و دانش پر کہ رد شہاب ثاقب پاکستان میں طبع ہوئی تو آنجناب نے اپنی خوش فہمی سے یہ بھی طے کر لیا کہ اس کا مصنف پاکستانی ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ کتاب تو پاکستان میں چھپی مگر اس کے مصنف مفتی سنبھل مولانا اجمل شاہ صاحب سنبھل ضلع مراداباد کے رہنے والے ہیں اور سنبھل ان کی مستقل قیام گاہ ہے پھر اس کتاب کی اشاعت پاک بھارت میں یکساں طور پر ہوئی ہے اس لیئے اس کی جواب دہی پاک بھارت کے دیوبندیوں پر یکساں طور پر عائد ہوتی ہے سلسلۂ جواب میں اس قسم کی دھاندلی اور تنگ بندی سے کام نہیں چلتا جس کو جناب عثمانی صاحب نے اختیار کر رکھا ہے، بالفرض اگر اسکے مصنف پاکستانی ہوتے تو کیا پاکستان دیوبندیوں سے خالی ہے؟۔ یا دیوبندیوں کی طرف سے جواب دینے کے تنہا آپ ہی ٹھیکیدار ہیں۔

علاوہ ازیں یہ تو فرمایئے جبکہ قیاس آرائی و تنگ بندی کے تحت آپ نے اتنا رکیک حملہ کیا ہے تو کہیں ٹھوس و مدلل جواب ارشاد فرمایئے تو نہ جانے کتنی موٹی موٹی گالیوں سے نوازتے؟ عامر صاحب حالات کی صحیح اطلاع نہ رکھتے ہوئے یونہی بے محابا لکھ دینا شاید آپنے اپنے اکابر سے بطور ورثہ پایا ہے لیجیئے آپ کے اطمینان قلب کی خاطر اس کی بھی شہادت حاضر کیئے دیتا ہوں اپنے حکیم الامت مولانا تھانوی کا ایک آسمانی و سلطانی قانون ملاحظہ فرمایئے۔

رسم دیار حسن سے نا آشنا تھا میں
لبیک کہہ اٹھا جو پکارا خود آپ نے

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۲۱

آخر میں ایک نہایت اہم اور مفید بات کا لکھ دینا بھی میں ضروری سمجھتا ہوں جو حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمائی تھی کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی مجلس میں حضرت شیخ الاسلام (رح) کا تذکرہ ہوا تو حضرت حکیم الامت نے فرمایا،، مولانا حسین احمد کی مخالفت کرنے والوں کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

نوٹ:-

کچھ اشاروں ہی سے کہدے تیرے حیتوں کے نثار
کس پہ تولے ہوئے تلوار ہے ابرو تیرا

اب کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں تھانوی صاحب کے خلفاء و منتسلین صرف اتنا ارشاد فرمائیں کہ مولوی شبیر احمد عثمانی کا خاتمہ کیسا ہوا۔ اس لئے کہ ٹانڈوی صاحب اور عثمانی صاحب کے درمیان نہایت درجہ کی مخالفت اور چشمک تھی اس کہانی کو مجھ سے نہیں بلکہ فاضل دیوبند مولانا سعید احمد اکبر آبادی صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کی زبانی سنیئے۔

برہان، دھلی، نومبر سنہ ۵۲، صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹،

لیکن انھیں خطوط کا وہ حصہ جن میں [1] مولانا نے ملکی سیاست یا معاملات دارالعلوم دیوبند کے سلسلہ میں اپنے بعض معاصرین [2] کی نسبت رنج و ملال اور کبیدگیٔ خاطر کا اظہار کیا ہے۔ "چند سطر بعد۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا ؒ ٹانڈوی ۴۲ء کی تحریک کے سلسلہ میں قید فرنگ میں تھے اور دیوبند کے صدر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور مہتمم مولانا محمد طیب تھے کانگریس کی تحریک میں حصہ لینے کے باعث دارالعلوم دیوبند میں چند ناگوار واقعات پیش آئے۔ حضرت مولانا ٹانڈوی ؒ کو ان کی نسبت ان کے بعض حاشیہ نشینوں نے جو اطلاعات جس رنگ میں پہنچائیں مولانا آخر انسان ہی تھے فرشتہ نہیں تھے اور نہ پیغمبر کی طرح معصوم تھے ان سے (یعنی مولوی شبیر احمد عثمانی) سے طبعیاً رنجیدہ اور ملول ہونا ناگزیر تھا ان خطوط میں اسی ملال کا اظہار کیا گیا ہے لیکن تصویر کا ایک دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ جنگ آزادیٔ وطن کے سرفروش سپاہی جن کو نہ تعلیم سے دلچسپی تھی اور جو نہ مدرسہ کے قواعد وضوابط کی پرواکرتے تھے ان لوگوں نے توہین و تذلیل کا کوئی ایسا طریقہ نہیں تھا جو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے حق میں اٹھا نہ رکھا ہو۔ چنانچہ مولانا مرحوم نے خود ہم سے کئی مرتبہ انتہائی غمگین اور

---

[1] یعنی مولانا ٹانڈوی [2] اشارہ ہے مولانا شبیر احمد عثمانی کی طرف

آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ان لوگوں نے دیوبند میں مرا رہنا تو کجا گھر سے نکل کر مسجد تک آنا جانا اجیرن کر دیا ہے اور میں سوچ رہا ہوں کہ ڈابھیل یا حیدر آباد مقیم ہو جاؤں۔ یہ لوگ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف قلمی اشتہارات نکالتے تھے، اشعار لکھتے تھے اور ان کو گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں مشتہر کراتے تھے۔ مولانا کے سامنے سے گزرتے تو توہین آمیز نعرے لگاتے ہوئے جاتے تھے۔

نوٹ:۔ چنانچہ مولانا اکبر آبادی کی اس صاف گوئی پر مکتوبات شیخ کے فاضل مرتب نے رونا رویا ہے کہ گھر کی ڈھکی چھپی باتوں کو طشت از بام نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ملاحظہ فرمایئے۔

مکتوبات شیخ جلد اول صفحہ ۲۰

فاضل اکبر آبادی نے راقم الحروف کو طعنہ دیا ہے بے احتیاطی کا اور یہ خیال نہیں رہا کہ مولانا عثمانی کے بارے میں کیوں بے احتیاطی کے مرتکب ہو کر مرحوم کی تشہیر ان فقروں کے ذریعہ فرما رہے ہیں کہ لوگوں نے توہین و تذلیل کا کوئی طریقہ ایسا نہیں تھا جو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے حق میں اختیار نہ کیا ہو چنانچہ مولانا مرحوم نے خود ہم سے کئی مرتبہ انتہائی غمگین و آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ان لوگوں نے دیوبند میں مرا رہنا تو کجا گھر سے نکل کر مسجد تک آنا جانا اجیرن کر دیا ہے۔

ایسا نہ ہو یہ درد بنے درد لا دوا

ایسا نہ ہو کہ تم بھی مداوا نہ کر سکو

نوٹ :۔ ناظرین نے مندرجہ بالا واقعات سے اندرون خانہ کے نوک جھونک کا اندازہ
کر لیا ہوگا کہ مولانا ٹانڈوی اور مولانا عثمانی میں کتنے شدید اختلافات تھے یہاں تک کہ
مولانا ٹانڈوی کے تلامذہ و متوسلین مولانا عثمانی کے خلاف گندے اشتہارات تک نکالتے
ان کے خلاف نعرے لگاتے وغیرہ وغیرہ تو اب تھانوی صاحب کے مریدین کو چاہیے کہ وہ تھانہ
بھون سے استفتاء کریں کہ آیا مولانا تھانوی مٹکری قانون کے بموجب مولانا عثمانی کا
خاتمہ بالخیر ہوا یا بالسوء؟ جملہ معترضہ کے طور پر جناب ماہر صاحب مدیر فاران کی توجہ چاہتا ہوں
کہ آں جناب نے فاران توحید نمبر میں نعرہ رسالت پر بڑی لے دے مچائی ہے کہ اس کا قرآن و سنت
سے کہیں ثبوت نہیں ملتا تو خطا معاف کبھی دیوبند کے ان نعروں پر بھی آپ کے کان کھڑے
ہوئے جو مولانا عثمانی کے خلاف بلند کیے جاتے تھے۔ نعرۂ رسالت سے تو آپ کا کلیجہ چھلنی ہو
گیا مگر دیوبند کے انسانیت سوز نعروں پر آپ کے قلم میں جنبش تک نہ آئی ماہر صاحب
یہ بات انتہائی قلق اور دکھ کی ہے کہ توحید نمبر دیکھنے کے بعد یہ رائے قائم کرنی پڑی کہ
فاران کا توحید نمبر رسول دشمنی کی جیتی جاگتی ننگی تصویر ہے۔

ہاں میں تھانوی صاحب کے مریدین سے یہ دریافت کر رہا تھا مولانا عثمانی کا کیا انجام
ہوا؟ ممکن ہے بسلسلہ جرأت یہ بات کہی جائے کہ مرنے سے پہلے دونوں میں صفائی قلب ہوگئی تھی اس لیے
میں اس مقام پر اس حقیقت کا بھی اظہار ضروری جانتا ہوں کہ عثمانی صاحب اور ٹانڈوی صاحب
کے اختلافات تا مرحوم تک رہے! اس کو بھی فاضل دیوبند مولانا اکبر آبادی کے قلم سے ملاحظہ کیجیے۔

برہان، دہلی، نومبر سنہ ۵۲ء، صفحہ ۳۰۹

اس مجموعہ کے خطوط نمبر ۱۲۰، نمبر ۱۲۹، نمبر ۱۳۰، نمبر ۱۳۱ میں ظاہر ہے کہ
مولانا ٹانڈوی کا گوشۂ نظر مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا محمد طیب

کی طرف تھا ان میں سے مؤخر الذکر اس وقت بھی مہتمم تھے اور آج بھی ہیں اور بقید حیات ہیں اس لیے انھوں نے تو اس مجموعہ کے شروع میں جو مقدمہ لکھا ہے اس میں اپنی مخصوص متصوفانہ زبان میں لکھ کر مولانا مدنی کے معاملات کی نوعیت اور افتادِ طبع سے واضح ہے کہ ان پر بغض فی اللہ کا غلبہ ہے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیا اور اس لطیف طریقہ پر کہ غالباً فاضل مرتب کو اس کا احساس بھی نہیں ہوا ورنہ وہ اس کو شریک اشاعت ہی نہیں کرتے رہ گئے مولانا شبیر احمد عثمانی تو وہ اب اس دنیا میں نہیں۔ اسی لیے اب کون ان کی طرف سے صفائی پیش کرے اور کون کہے۔

بھول جا گذرے ہوئے دن بھول جا

بعد مردن اب نہ رکھ دل میں ملال

نوٹ:۔ مولانا اکبر آبادی اپنی نیک نیتی کے تحت اختلافات کے بھول جانے کی تلقین فرما رہے ہیں شاید کہ انھیں یہ نہیں معلوم کہ مولانا تھانوی کی تلوارِ بے نیام اب سے پہلے اپنا وار کر چکی ہے۔ یعنی مولانا حسین احمد کی مخالفت کرنے والوں کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

اب دیوبند کی چہار دیواری سے دو چار قدم اور آگے بڑھ کر تھانہ بھون چلیے اور تھانوی صاحب کے خانہ ساز آئینے میں خود اس بد دلمت کی تصویر دیکھیے۔

مکتوبات شیخ جلد دوم صفحہ ۲۹۸، صفحہ ۲۹۹ پر ٹانڈوی صاحب

رقمطراز ہیں۔

ہاں ان (تھانوی صاحب) کی رائے دربارہ تحریک آزادی ہند غلط سمجھتا ہوں اس بارے میں مرا یقین کامل ہے کہ مرے اور حضرت تھانوی رح کے استاد حضرت شیخ الہند کی رائے نہایت صحیح اور واجب الاتباع تھی "

نوٹ :۔ اب فرمایئے کہ مولانا تھانوی کا خاتمہ بالخیر ہوا یا بالسوء ؟ نہیں کہا جا سکتا کہ مولانا تھانوی نے مولانا ٹانڈوی سے اختلاف مول لیکر اپنا ٹھکانہ کہاں بنایا ؟ ظاہر ہے جس کا خاتمہ بالخیر نہ ہوگا اس کو آگ کے انگاروں کے سوا جگہ ہی کیا مل سکتی ہے ۔ اسی کو کہتے ہیں ایک تیر سے دو شکار نہ تو تھانوی صاحب نے عثمانی صاحب کو چھوڑا نہ ہی خود اپنے کو ۔ بلکہ اس اختلاف میں قاری طیب صاحب بھی برابر کے شریک ہیں ۔ چنانچہ ملاحظہ فرمایئے ۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۴۷

البتہ مجھے ان "مولانا حسین احمد" سے حجت کے ساتھ اختلاف ہے اگر وہ حجت ختم ہو جائے تو میں ان کے ماتحت ادنیٰ سپاہی بنکر کام کرنے کو تیار ہوں ،

نوٹ :۔ یہ تو ایک ذیلی بات تھی جو برسبیل تذکرہ آگئی تھی ۔ اب مولانا ٹانڈوی کی بارگاہ میں ان کے عقیدت کیشوں کی والہانہ محبت اور جوش عقیدت کے چند اور نمونے ملاحظہ فرمایئے ۔ یہ کسی اور کا نہیں بلکہ حضرت شیخ کا تذکرہ ہے ۔

جمال یار کی رعنائیاں ادا نہ ہوئیں ہزار کام لیا میں نے خوش بیانی سے

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۲

اور اب یہ دیکھتے ہیں کہ وہ "یعنی نانوتوی" عالم نور میں رہتے ہیں
ان کی آنکھوں میں بھی نور ہے، ان کے داہنے نور ہے، ان کے بائیں
نور ہے ان کے چاروں طرف نور ہی نور ہے وہ خود نور ہو گئے ہیں۔

نوٹ:۔ دیوبندی عقیدے کی بنیاد پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے
مگر مولانا نانوتوی مرنے کے بعد نور ہی نور ہو گئے ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے
دیوبندی دھرم میں مولانا محمود الحسن ایک نور تھے اور مولانا نانوتوی مرنے کے
بعد بھی زندہ ہیں ملاحظہ کیجیے۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۴

شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ ایک نور تھے تو شیخ
الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اس نور کی ضیا اور چمک تھے چند
سطر بعد دوسرے کالم میں۔

یہ اللہ والے مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں صدیاں گزر جانے پر
بھی دلوں میں ان کی روح دوڑتی رہتی ہے اور ان کی محبوبیت
بدستور قائم رہتی ہے۔

عشق کرنا ہے تو پھر عشق کی توہین نہ کر
یا تو بیہوش نہ ہو، ہو تو پھر ہوش میں آ

نوٹ:۔ مولانا نانوتوی کی قبر پر ہر وقت میلا جھمیلا لگا رہتا ہے جو ان کی محبوبیت

کی دلیل ہے ملاحظہ فرمایئے ۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۴۱ ۔

جو مقبولیت زندگی میں تھی وہی موت کے بعد بھی رہی اور باقی ہے
مزار ہر وقت زیارت گاہ بنا رہتا ہے حتیٰ کہ رات کو ایک ایک
بجے بھی جانے والے گئے تو مزار پر لوگوں کو پایا ۔

نوٹ ! اگر قارئ طیب صاحب کے خاطرِ نازک کو ٹھیس نہ پہنچے تو ان سے دریافت کرنا ہے کہ مولانا ٹانڈوی کی قبر کا میلا جھمیلا تو ان کی نظر میں دلیل محبوبیت ہے پھر آخر ش اجمیر معلیٰ بہرائچ شریف، خواجہ قطب، پیران کلیر، آستانہ محبوب الٰہی سے انھیں کیوں پرخاش ہے، کہ وہاں کے حاضر باشوں کو کھلے بند بدعتی اور مشرک بنایا کرتے ہیں اور اتنے ہی پر اکتفا نہیں بلکہ پوری منصوبہ بندی سے ان آستانہ جات کو مقفل کرا دینے یا ڈھا دینے کی بہیم جد وجہد ہے؟

اب ٹانڈوی صاحب کی بارگاہ میں مفتی بجنور مولوی عزیز الرحمٰن صاحب کی بے پرکی اڑان ملاحظہ کیجیے اور جوشِ عقیدت کی داد دیجیے ۔ جناب شیخ کے بارے میں تو حضرات دیوبند کے غلو محبت کا یہ عالم ہے :-

کبھی جب ذکر چھڑ جاتا ہے اُن کا

زباں دو دو پہر ہوتی تھیں بند

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۷۲ ،

میں اپنی صحیح و صادق عقیدت اور محبت کی وجہ سے مجبور ہوں کہ
مندرجہ ذیل حدیث کا مصداق آپ کو نہ قرار دوں ۔

بنو شك ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون اعلم من عالم المدینۃ الحدیث رواہ مالک۔

ترجمہ:۔ قریب ہے کہ لوگوں اونٹوں پر سفر کرکے دور دراز سے علم حاصل کرنیکے لیے آئیں گے پس وہ عالم مدینہ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہ پائیں گے۔ نسائی۔ اور حاکم نے حدیث مذکور کی تحسین کی ہے اور سفیان ابن مہدی اور عبدالرزاق نے فرمایا ہے کہ مصداق اس حدیث کا امام مالک ابن انس رض ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رح ایۃ من آیات اللہ ہیں۔

پتہ دیتی ہے شوخی نقش پا کی

کوئی اس راہ سے ہو کر گیا ہے

نوٹ: اب معاملہ ناظرین کی عدالت میں پیش ہے کہ مفتی بجنور کو اس اقرار کے باوجود کہ سفیان ابن مہدی اور عبدالرزاق نے فرمایا ہے کہ مصداق اس حدیث کا امام مالک ابن انس رض ہیں مگر وہ اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں، چونکہ ان کی صحیح اور سچی عقیدت و محبت کا یہ کہنا ہے کہ اس حدیث کے مصداق مولانا ٹانڈوی ہیں مفتی بجنوری کے پاس اپنے اس دعوے کی کوئی دلیل نہیں ہے بجز اس کے کہ ان پر ٹانڈوی صاحب کی عقیدت کا دباؤ پڑ رہا ہے۔ قرآن و سنت کی دلیل تو میلاد و قیام عرس و نیاز کے لیے اپنے مولانا کی قصیدہ خوانی کے لیے محض عقیدت و محبت

کا اشارہ کافی ہے اگر مفتی بجنور کو زحمت نہ ہو تو حدیث کے اس گوشے پر بھی روشنی ڈالدیں کہ یہی حدیث سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم غیب ہونیکی بھی روشن دلیل ہے کیونکہ یہ بات تو ظاہر ہے کہ اگر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم مطلع علی الغیب نہ ہوتے تو اس کی خبر ہی کیونکر دے سکتے تھے کہ لوگ دور دراز سے علم حاصل کرنے آئیں گے پس وہ عالم مدینہ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہ پائیں گے۔

پسچ جانیے یہی حدیث جو مولانا نانوتوی کی فوقیت و برتری میں بطور دلیل لائی جارہی ہے اگر اس حدیث کو علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبوت میں پیش کیا جائے تو ایک ہی بیں نہ جانے کتنے سوالات اس حدیث پر وارد کر دیے جائیں گے یہ تو آئے دن کا تجربہ ہے کہ جو حدیث ان کے حق میں مثبت مدعیٰ ہو تو اس کا درجہ حدیث قدسی سے کم نہیں ہوتا لیکن اگر کسی حدیث سے حیات النبی اور علم غیب مصطفےٰ وغیرہ کا ثبوت دیا جائے تو اگر زیادہ نہ سہی تو کم از کم اس حدیث کو ضعیف ضرور ہی کہا جائے گا اور روایان حدیث پر جرح و تعدیل کی بحث کھڑی کر دی جائے گی اس مقام پر کہنا یہ ہے کہ سفیان ابن مہدی اور عبدالرزاق جیسے ماہرین فن لاکھ کہتے رہیں کہ اس حدیث کے مصداق مالک ابن انس ؓ ہیں مگر دیوبند اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں چونکہ ان کی عقیدت کا اشارہ مالک ابن انس ؓ کی طرف نہیں بلکہ مولانا نانوتوی کی طرف ہے ان کا کہنا تو یہ ہے کہ:-

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے
مرے بتخانے میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

اب شیخ الاسلام نمبر ہی سے ایک اور حوالہ حاضر کرتا ہوں جس سے علماء دیوبند کی دھاندلی

کا صحیح اندازہ ہو سکے گا کہ قوم کی آنکھوں میں دھول جھونک کر یہ حضرات کتنی ہوشیاری سے اپنے تقدس اور اتباع سنت کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۵۶

اللہ اکبر ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ سیوہارہ میں کچھ خدام مبارک پیروں کے دبانے پر مصر ہوئے جس پر انکار مسلسل فرماتے رہے اور آخر میں فرمایا کہ کیا سنت سے اس کا ثبوت ملتا ہے الغرض حضرت والا قدس سرہٗ عبادت معاشرت، حتیٰ کہ اذواق و مواجیہہ ہر نوع زندگی میں اتباع سنت کا مظہر کامل تھے۔

نوٹ:۔ ناظرین نے یہ تو پڑھ ہی لیا کہ کچھ خدام مولانا ٹانڈوی کا پیر دبانے پر مصر ہوئے تو مولانا نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس کا ثبوت حدیث سے نہیں ملتا۔ اب اسی موقع پر شیخ الاسلام نمبر کی ایک دوسری روایت ملاحظہ کیجیے، جو اس کی ضد ہے جس سے ان کے اتباع سنت کی پوری قلعی کھل جاتی ہے۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۳۸

مولانا ابوالوفا قائل ہیں کہ ایک مرتبہ پنجاب سے واپس ہو رہے تھے۔ حضرت "ٹانڈوی" کے علاوہ مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری بھی ساتھ تھے ایک بار مولانا ابوالوفا صاحب کو محسوس ہوا کہ کوئی صاحب ان کا جسم نہایت آہستگی سے دبا رہے ہیں ان کو آرام محسوس ہوا اور انھوں نے یہ سمجھ کر کہ پنجابی حضرات اکثر اس قسم کی ارادت علماء سے کرتے ہیں کوئی تعارض نہ کیا جب کافی

دیر ہو گئی تو انھوں نے چادر سے منہ کھول کر دیکھا کہ آخر یہ کون صاحب ہیں دیکھتے ہی بدحواس ہو گئے خود حضرت شیخ الاسلام بدن دبا رہے تھے وہ گھبرا کر اٹھے تو دیکھا کہ مولانا عطاء اللہ صاحب بھی بیٹھے ہوئے اپنا منہ پیٹ رہے ہیں کہ مجھے بھی حضرت نے گنہگار کیا اور اب آپ کی باری تھی۔"

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

سیوہارہ میں اگر پیر کا دبوانا خلاف سنت تھا تو پھر پنجاب کی واپسی میں شاہ عطاء اللہ بخاری اور مولوی ابوالوفا کا بدن دبا کر مولانا ٹانڈوی نے خلاف سنت فعل کا ارتکاب کیوں کیا؟ قصہ مختصر یہ ہے کہ سیوہارہ میں آخرش یہ تعارض و تضاد کیسا؟ اس روایت کا یہ ٹکڑا بھی ناظرین کی خصوصی توجہ چاہتا ہے کہ "مولوی ابوالوفا نے یہ سمجھ کر کہ پنجابی حضرات اکثر اس قسم کی ارادت علماء سے کرتے ہیں کوئی تعارض نہ کیا یعنی مولوی ابوالوفا صاحب جاگتے ہوئے ہوش و حواس میں اپنا بدن دبواتے رہے اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو مولوی ابوالوفا یہ مسئلہ نہ جانتے تھے کہ پاؤں دبوانا خلاف سنت ہے، ورنہ پاؤں سمیٹ لیتے اور خادم کو مسئلہ بتا کر رخصت کر دیتے ورنہ پھر یہ کہ دیدہ دانستہ خلاف سنت فعل کے مرتکب ہوتے رہے۔ اب اس گرہ کو تو مولوی ابوالوفا ہی کے ناخن تدبیر کھول سکیں گے۔

اس ضمن میں شیخ الاسلام کی ایک اور روایت ملاحظہ کیجیے کہ مولانا ٹانڈوی معصوم تھے۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۸۰

ایک خاص نعمت جو اللہ تعالیٰ نے "آپ ٹانڈوی" کو عطا فرمائی تھی وہ تھی رویا اس پیکرِ عصمت کی زندگی نے سیدنا یوسف علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جہاں تقدس و استقامت علی الحق باطل کے مقابلہ میں سینہ تان اسجن احب الیّ مما یدعوننی کا نعرہ بلند کرنے کا ترکہ پایا تھا وہیں تاویل احادیث کے تمام شعبے بالخصوص تعبیر رویا کا کمال بھی حاصل فرمایا تھا۔

عشق کی چوٹ کا کچھ دل پہ اثر ہو تو سہی

درد کم ہو کہ زیادہ ہو مگر ہو تو سہی!

نوٹ:۔ قربان جایئے اگر آج ہم سنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیکر نور کہہ دیتے ہیں تو نجد سے سہارنپور تک تہلکہ مچ جاتا ہے کہ عبد اللہ کا وہ بیٹا جو ہمارا ہی جیسا بشر تھا اس کو پیکر نور کہا جا رہا ہے مگر اجودھیا باشی مولانا ٹانڈوی کو پیکر عصمت لکھتے ہوئے غیرت نہ آئی ایک وہ انسان جو سراپا خطا و نسیان ہو اس کو معصوم کیونکر کہا جا سکتا ہے جبکہ یہ مسلمات سے ہے کہ پیکر بشری و صفوف انسانی میں صرف انبیاء و رسل ہی کو معصوم کہا جا سکتا ہے یہاں تک کہ صحابہ، تابعی، اہل بیت، اولیاء، شہداء، صالحین ان میں سے کسی کو معصوم کہنا درست نہیں۔ چنانچہ اہل سنت و اہل تشیع کا یہ ایک نزاعی مسئلہ ہے کہ آئمہ کو معصوم کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اہل تشیع ائمہ کی عصمت کے قائل ہیں مگر اہل سنت کو اس سے خلاف ہے۔ اس کے باوجود حضرات دیوبند کی نظر میں مولانا ٹانڈوی پیکر عصمت تھے اور سرکار دو عالم انہیں جیسے بشر!

یہ ہے دیوبندی مشن کا نقطۂ فکر اور مطمح نگاہ کہ اپنے مولانا کو حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے دوش بدوش بٹھا دو اور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا جیسا بشر اور گاؤں کا چودھری کہہ کر اپنی ہی صف میں انھیں جگہ دو محبوب خدا کے لیے تو یہ قانون ہے کہ ان کی تعریف بشر جیسی کر دیا اس سے بھی کم درجہ کی۔ مگر مولانا نانوتوی کو سراپا نور اور پیکر عصمت کہو اور جہاں کہیں موقع مل جائے انبیاء ورسل سے بھی دو چار ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ لیجیے شیخ الاسلام ہی سے اس کی بھی شہادت پیش کیے دیتا ہوں۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا نانوتوی کی اقتدار میں نماز جمعہ ادا کی۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۶۴

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور متصل ایک دوسرے کمرے میں کتب خانہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کتب خانہ سے ایک مجلد کتاب اٹھائی جس میں دو کتابیں تھیں ایک کتاب کے ساتھ دوسری کتاب تھی وہ خطبات جمعہ کا مجموعہ تھا۔ اس مجموعہ خطب میں وہ خطبہ نظر انور سے گزرا جو مولانا حسین احمد مدنی خطبہ جمعہ پڑھا کرتے ہیں۔ جامع مسجد میں بوجہ جمعہ مصلیوں کا مجمع بڑا ہے۔ مصلیوں نے فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں فقیر نے جرأت کر کے عرض کیا تو حضرت خلیل علیہ السلام نے مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔ مولانا مدنی نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے مولانا مدنی کی اقتدا میں نماز جمعہ
ادا فرمائی فقیر بھی مقتدیوں میں شامل تھا فالحمد للہ
علیٰ ذالک حمداً کثیراً کثیرا حضرت
سیدنا ابراہیم علیہ السلام ضعیف العمر تھے ریش
مبارک سفید تھی۔

میں سمجھتا ہوں تری عشق گری کو ساقی
کام کرتی ہے نظر نام ہے پیمانے کا

نوٹ: ہمیں اس مقام پر اس سے بحث نہیں کہ اس قسم کے عوامی خواب کو کسی کی تعریف و توصیف میں بطور سند پیش کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور نہ تو یہی بحث چھڑنی ہے کہ حضرات دیوبند اپنے اکابر کے فضائل و مناقب خواب ہی کے راستے کیوں ثابت کرتے ہیں۔ البتہ ماتم تو یہ کرنا ہے کہ اس بدنصیب نے جب خواب میں مولانا ٹانڈوی اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ دونوں کو دیکھا تو حضرت خلیل اللہ کے بجائے ٹانڈوی سے نماز جمعہ پڑھانے کی درخواست کیوں کی؟ بالفرض اگر مصلیوں کی خواہش پر حضرت خلیل اللہ نے ٹانڈوی صاحب کو نماز جمعہ پڑھانے کا اشارہ کیا تو چاہیے یہ تھا کہ مولانا ٹانڈوی اس کو سوء ادب سمجھتے ہوئے عرض کرتے کہ ایک نبی کی موجودگی میں غیر نبی کو امامت کا حق نہیں پہنچتا اور آج ہم سب کی سعادت اسی میں ہے کہ اللہ کے ایک برگزیدہ پیغمبر کی اقتدا میں اپنی نماز جمعہ ادا کریں مگر یہاں کا عالم تو یہ ہے کہ "اونٹ کا کوئی کل سیدھا نہیں" پیر و مرید دونوں عظمت نبوت کے خلاف برسرپیکار ہیں۔

تعجب ہے کہ مولانا محمد میاں ناظم جمیعتہ العلماء پر جو شیخ الاسلام کے مرتب ہیں۔ انہوں نے اس روایت کو شریک اشاعت کیوں کر لیا؟

اے دوستو اب یہ فیصلہ تمہارے ہاتھ ہے کہ ایک نبی کی موجودگی میں غیر نبی کے پیچھے نماز پڑھنا قابل حمد و شکر ہے یا لائق تاسف؟

اگر یہ زیارت خواب ہی میں نصیب ہوتی تاہم نانوتوی کے پیچھے تو اور بھی دنوں میں نماز پڑھی جا سکتی تھی مگر فیروز بختی اس میں تھی کہ خواب ہی میں مسجد کے ایک نبی کی اقتدا میں نماز ادا کر لی جاتی۔ کہنے والے نے سچ کہا ہے

چمن کی بات ہو یا بزم مئے کا نام آئے ‏ ‏ ‏ لبوں پہ تذکرۂ یار آ ہی جاتا ہے

مولانا نانوتوی کے ساتھ ان کے نیاز مندوں اور پجاریوں کی داستان محبت بہت طویل ہے اگر یہ واقعات اسی بسط و تفصیل سے قلمبند کئے گئے تو کتاب کی ضخامت کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے اس لئے اب اختصار سے کام لیتے ہوئے چند حوالہ جات اور حاضر کئے جاتے ہیں۔ مولانا نانوتوی انسانوں کی تقدیر و تصویر بدل دیتے تھے۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۵۶

میرے بزرگوار اور دوستو کیا یہ زندہ کرامت نہیں ہے کہ میں
آوارہ گردوں کی صف اوّل میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا اور استاد
کہلاتا تھا مگر آج ۱۹۵۷ء میں شیخ الاسلام کے غلاموں میں
ممتاز حیثیت دی گئی ہے مجاز کہلاتا ہوں۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا ‏ ‏ ‏ نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

نوٹ مولانا نانوتوی کی نظر کرم نے گداؤں کو شہنشاہی دی۔ شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۵۴

آج اس مشفق مربی شیخ کامل کا ساتھ ہے ‏ ‏ ‏ جس کی نظروں سے گداؤں کو شہنشاہی ملے

نوٹ :- جی ہاں مولانا نانوتوی کی اک نظر کرم گداء بینوا کو تاج شاہانہ عطا کرتی تھی اور لوگوں کی تقدیر بدل دیتی تھی۔

مگر جس کا نام محمد یا علی وہ کسی چیز کا مختار نہیں "

اور سنئیے مولانا نانوتوی اس دور کے عبداللہ ابن مبارک تھے۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۴۸

ایک مرتبہ مجھکو سوتے میں یہ آواز آئی کہ مولانا حسین احمد صاحب اس دور کے عبداللہ ابن مبارک ہیں۔

نوٹ :- عبداللہ ابن مبارک ہی نہیں بلکہ خلاصہ کائنات تھے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گذر چکا یعنی۔

خدا کے لئے یہ تو مشکل نہیں
ہو عالم کا مجموعہ اک فرد واحد

مولانا نانوتوی امت کے آخری سہارا تھے۔ اب آج کے دیوبندی بالکل بے سہارو بے یارو مددگار ہیں۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۹۷

مگر اب آہ مرے مسیحا! دنیا میں تو اس وقت قیامت برپا ہے امت مرحومہ کا تو ہی ایک سہارا تھا سو قیامت میں ملنے کا وعدہ کر کے چلا گیا کیا خوب ہے۔

جاتے ہوتے کہتے ہیں قیامت میں ملیں گے
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

مولانا ٹانڈوی کی موت سے شریعت وطریقت کی عظمت لٹ گئی۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۹۱

ان کی موت سے شریعت وطریقت کی عظمت لٹ گئی علم و
عرفاں کی بزم سونی ہوگی۔ سلوک وتصوف کی خانقاہ اجڑ گئی عزم و
استقلال کے بلند منارے زمین کے برابر ہو گئے۔

نوٹ:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ہر دیوبندی اچھی طرح جانتا پہچانتا ہے کہ پیغمبر خدا دیوبندیوں کے بڑے بھائی تھے۔ انھیں جیسے بشر تھے اپنی امت میں ان کا مرتبہ اتنا ہی بلند تھا جیسے گاؤں کا چودھری وغیرہ وغیرہ مگر مولانا ٹانڈوی کے فضائل وکمالات کا اندازہ کرنا یہ ہر انسان کا کام نہیں ہے ملاحظہ کیجیے۔

شیخ الاسلام نمبر ص [illegible]

آپکے فضائل علمیہ اور کمالات باطنیہ کی صحیح اطلاع یا تو خداوند قدوس
ہی کو ہو سکتی ہے۔ یا ان اولیاء کرام اور علماء ربانیین کو ہو سکتی
ہے جن کو مبدا فیاض نے چشم بصیرت عطا فرمائی ہے ہم جیسے
کورچشم آپ کی ذات قدسی صفات کو کیا پہچان سکتے ہیں

نوٹ:۔ مولانا ٹانڈوی کے فضائل علمی کمالات باطنی کی باری آئی تو سارے دیوبندی چوندھیا گئے آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ ان کے فضائل وکمالات کی اطلاع یا تو ذات احدیت کو ہو سکتی ہے (ہو سکتی ہے سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ بالفعل اطلاع نہیں ہے اگر چاہے تو مطلع ہو سکتا ہے۔) یا پھر وہ اولیاء کرام جنھیں مبداء فیاض سے چشم بصیرت ملی ہو۔ مگر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہر دیوبندی اچھی طرح جانتا ہے کہ انھیں پیٹھ پیچھے کی

خبر نہ تھی دیوار کے پیچھے کا علم نہ تھا۔ وہ غیب نہیں جانتے تھے آخرش یہ رسول دشمنی نہیں تو اور کیا ہے؟ ایک اور نیا لطیفہ سنیے۔ مولانا ٹانڈوی کی موت پر شاداب پھول پژمردہ ہو گئے اور پانی سیاہ ہو گیا

کون اس باغ سے اے بادِ صبا جاتا ہے
رنگ رخسار سے پھولوں کے اڑا جاتا ہے

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۵۹

مولوی شوکت علی بمبوی متعلم دار العلوم دیوبند حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے چمپا کے پھول لائے۔ ایک بوتل میں پانی بھر کر پھول اس میں ڈالدیے گئے۔ اسطرح خود شنما بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان کی عمر بھی چار ماہ ہو جاتی ہے۔ یعنی چار ماہ تک پژمردہ نہیں ہوتے حضرت ٹانڈوی نے اس ہدیہ کو مسرت سے قبول فرمایا۔ اور حکم دیا یہ بوتل ان کے کمرے میں میز پر رکھدی جائے ہے۔ ۲ ماہ کے بجائے تین سال اور تین ماہ گزر گئے۔ پھول اسی طرح ترو تازہ تھے۔ ان کی تازگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ تھا مگر افسوس پانچ دسمبر ۱۹۵۷ء[1] کے حادثہ جانکاہ کی تاب وہ بھی نہ لا سکے اور دفعۃً ان کی تازگی پژمردگی سے بدل گئی۔ وسارے پھول سیاہ ہو گئے حتیٰ کہ پانی میں سیاہی کا اثر آ گیا۔

---

[1] تاریخ موت مولانا ٹانڈوی

نوٹ : شیخ الاسلام نمبر سے جتنے بھی شواہد پیش کیے جا رہے ہیں وہ ناظرین کے حق میں ثبوت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مقصود نگارش اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ قارئین علماء دیوبند کی رسول دشمنی اور پیر پرستی کا موازنہ فرماتے ہوئے انکے مشن کا صحیح جائزہ میں بات اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہی جا رہی ہے یہ جو کچھ بھی ہے انھیں کے گھر کا منتشر سرمایہ ہے جسکو میں نے سمیٹ کر یکجا کر دیا ہے مذکورہ بالا روایت کے تحت ناظرین خیال فرمائیں کہ اگر پانی مسلسل تبدیل ہوتا ہے تو چمپا کی عمر زیادہ سے زیادہ چار ماہ کی ہو جاتی ہے۔ مگر حضرت شیخ کی خدمت میں پہنچنے کے بعد اسکی عمر ۲ سال اور ۲ ماہ کی ہو گئی۔ اور ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء جو مولانا ٹانڈوی کی تاریخ موت ہے اس حادثہ کا جھٹکا وہ بھی برداشت نہ کر سکا اور پژمردہ ہو گیا۔ اور اتنا ہی نہیں بلکہ پھول و پانی دونوں سیاہ ہو گئے، نہ جانے کتنی سیاہ روح تھی نتیجہ یہ نکلا کہ پھول کی عمر کا بڑھنا اور اس کا یکایک پژمردہ ہونا صاف شفاف پانی کا سیاہ ہو جانا یہ تمام چیزیں مولانا ٹانڈوی کے زیر اختیار و اقتدار تھیں۔۔ اب انصاف پسندی کا تقاضا ہے کہ تقویۃ الایمان کا قانون یہاں جاری کیا جائے۔" اللہ صاحب کے اختیارات کسی بندے کو دینا ایسے ہی ہے جیسے بادشاہ کا تاج چمار کے سر پر رکھ دیا جائیگا۔ مگر یہ سارے قوانین تو سرکار رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بارگاہ میں نافذ کیے جاتے ہیں۔ بات مختصر سی یہ ہے کہ محبوب خدا کو گھٹانا اور اپنے علما کو بڑھانا یہ دیوبندی مشن کا مطمح نگاہ اور کعبہ مقصود ہے۔ اسی ضمن میں ایک روایت اور بھی ملاحظہ فرمایئے کہ مولانا ٹانڈوی کے حکم پر دھوپ اور چھاؤں ہوتی تھی۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۹۱

حضرت مولانا ٹانڈوی اور میاں بشیر الدین صاحب حضرت مولانا ٹانڈوی کی سسرال قتال پور ضلع اعظم گڈھ جا رہے تھے تینوں آدمی گھوڑے پر سوار تھے۔ گرمی کی شدت سے پریشان تھے میں نے حضرت

مولانا ٹانڈوی سے عرض کیا کہ دھوپ کی سے سخت پریشانی ہے حضرت مولانا خاموش رہے تھوڑی دیر میں میں نے دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور بڑھتے بڑھتے ہم لوگوں پر سایہ فگن ہو گیا اور آرام سے ہم لوگ چلنے لگے تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ دور سے پانی آرہا ہے میں نے حضرت ٹانڈوی سے عرض کیا کہ حضرت وہ دھوپ ہی اچھی تھی اب تو بھیگے ہوئے سسرال پہنچیں گے حضرت مولانا پھر خاموش رہے یہاں تک کہ پانی سر پر آگیا لیکن خدا کی قدرت ہر چہار طرف پانی برس رہا تھا گھوڑے پانی پر چل رہے تھے لیکن ہم لوگوں پر پانی کا کوئی قطرہ نہیں پڑ رہا تھا۔

نوٹ: اگر آج ہم لوگوں کے زبان و قلم سے یہ نکل جائے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ بارش کب ہوگی تو منہ چھوٹتے ہی ہمیں مشرک کہا جاتا ہے لیکن مولانا ٹانڈوی صرف یہ نہیں کہ بارش کب ہوگی بلکہ دھوپ چھاؤں کا ہونا اور بارش بھی ایسی کہ اردگرد ہو مگر پانی کا کوئی قطرہ مولانا ٹانڈوی اور انکے ساتھیوں پر نہ پڑ سکے یہ ساری باتیں انکے اختیار میں تھیں گویا کو جتنے بھی نظام عالم ہے وہ سب علماء دیوبند کے قبضہ قدرت میں ہے یہی وجہ ہے کہ مولانا تھانوی جب گھر سے باہر نکلتے تو ابر کا سایہ ہو جانا ضروری تھا پھول کا شاداب رہنا اسکا مرجھانا پانی کا سیاہ ہونا ابر کا آنا اور بارش کا ہونا یہ سب مولانا ٹانڈوی کے اختیارات تھے۔

اسی لیے تو حضرات دیوبند کا یہ کہنا ہے کہ مولانا ٹانڈوی انسان نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی کبریائی پر پردہ ڈالکر اتر آیا تھا جو الہ جلد اول میں گذر گیا ہے اور مولانا ٹانڈوی بیگر عصمت تھے

ایسے ہی مولانا تھانوی کو اپنے اکمل ہونے کا یقین تھا جسکے نتیجے میں اپنے مریدین سے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اشرف علی رسول اللّٰہ پڑھواتے تھے اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ان حضرات کے یہ اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات و مراتب وہی دل و دماغ تسلیم کر سکتا ہے جسکو گڑھے ہوئے کشف و کرامات سے بوجھل بنا دیا گیا ہو۔ ایسے ہی رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا جیسا بشر اور گاؤں کا چودھری وہی بدنصیب کہہ سکتا ہے جو آقائے دو جہاں کے فضائل و کمالات سے قطعاً نا آشنا ہو یہی وجہ ہے کہ علماء دیوبند اپنے بزرگوں کی قصیدہ خوانی میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں اور رسول خدا کے بارے میں یہ تلقین کی کہ بشر جیسی تعریف کرو بلکہ اس سے بھی کم درجہ کی۔ اب یہیں پر مولانا ٹانڈوی جیسے صاحب کشف و کرامات کی دھینگا مشتی ملاحظہ کیجیے۔ اور اندازہ کیجیے کہ وہ کن بزرگوں میں تھے۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۵

والد صاحب چونکہ حضرت حاجی امداد اللّٰہ و حضرت گنگوہی اور حضرت شیخ الہند کی صحبت و خدمت میں عرصہ دراز تک رہے اس لیے حضرات کو ان سے گہرا تعلق تھا۔ بے تکلفی کا یہ عالم تھا کہ والد صاحب ایک مرتبہ دیوبند آپ کی خدمت میں حاضر تھے حضرت ٹانڈوی نے فرمایا مٹھائی کھلائیے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ مٹھائی تو آپ کھلائیے میں آپ کا مہمان ہوں مگر حضرت نے نہ مانا کچھ دیر تو اصرار کیا لیکن جب اس طرح کام نہ چلا تو حضرت مولانا ٹانڈوی نے والد صاحب کو پچھاڑ کر ان کی جیب سے روپیہ نکال کر مٹھائی منگائی۔

نوٹ :۔ راوی یہ لکھنا بھول گیا کہ مولانا ٹانڈوی نے جب انکے والد کو پچھاڑا تھا تو

طلبا نے جوشِ مسرت میں قہقہے ہی پر اکتفا کیا یا نعرۂ تکبیر بھی بلند کی تھی، بہرکیف خواہ قہقہے لگے ہوں یا نعرۂ تکبیر کی صدائیں گونجی ہوں ہمیں تو ایک لمحہ کیلئے ناظرین کو صفحۂ کتاب سے ہٹا کر دیوبند کے دارالحدیث میں لیجانا ہے اور دنیائے تصور میں اکھاڑ پچھاڑ کا یہ حسین منظر کہ پہلوان نیچے ہے اور کئی من کا لاشہ اسکے سینے پر بیٹھ کر جیب سے روپیہ نکال رہا ہے اور یہ پچھڑا ہوا انسان مولانا ٹانڈوی کی جھاڑ پھونک سے چاروں شانے چت نہیں ہوا۔ بلکہ لفظ پچھاڑنا خود بتا رہا ہے کہ کچھ دیر تک ہاتھا پائی ہوتی رہی اور داؤں پیچ چلے اس کے بعد کہیں مولانا ٹانڈوی اس مقابلہ میں فتحیاب ہوئے ہیں۔ حضرات کھدرپوش اجودھیا باشی شیخ الاسلام جو انسان نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی کبریائی پر پردہ ڈال کے آگیا تھا۔

. . . .

. . . .

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - -

سنہ ۱۹۲۹ء میں امروہہ میں جمعیۃ العلماء ہند کا جو عظیم الشان اجلاس

ہوا تھا اس موقع پر ہم چل رہے تھے ہمارے یہاں مولانا ٹانڈوی کو دعوت دی گئی حضرت کیساتھ مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب بھی تھے۔ گھر میں جب حضرت تشریف لائے تو گوشت کی ہانڈی پکی رکھی تھی حضرت نے از راہ خوش طبعی بے تکلفی ہانڈی سے ہی دہان مبارک لگا کر شوربہ پینا شروع کر دیا جملہ ہمراہی شمول حضرت مفتی صاحب یہ دلچسپ منظر دیکھ کر بے ساختہ قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گئے۔

اٹھو دگر نہ حشر نہ ہوئے گا پھر کبھی
دیکھو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

نوٹ: کہاں تو اتباع سنت کا یہ عالم کہ میوہ ہارہ میں بیر کا دیوانہ خلاف سنت سمجھا گیا اور امرد ہہ پہنچکر احتیاط و تقویٰ کا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ یہاں تک کہ میزبان سے استفسار کیے بغیر ہانڈی سے منہ لگا کر شوربہ پینا شروع کر دیا۔ دوستو مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک واقعہ یاد پڑتا ہے کہ ایک بار جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم از راہ شفقت وعنایت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاشانہ پر تشریف لائے حضرت بریدہ نے چولہے پر ہانڈی چڑھا رکھی تھی۔ آقا نعمت جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بریدہ ہانڈی میں کیا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ اسمیں گوشت ہے سرکار نے از راہ تلطف دہربانی ارشاد فرمایا کیا اسمیں میرا بھی حصہ ہے حضرت بریدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ صدقہ کا گوشت ہے اور سرکار نے اپنے اوپر صدقہ حرام فرمایا ہے یہ سنکر آقاء دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ ارشاد فرمایا۔

لک صدقۃ ولنا ھدیۃ اے بریدہ یہ تمہارے لئے تو صدقہ ہے مگر ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ عرض یہ کرنا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و زندگی میں یہ بات نہیں ملتی کہ حضور نے بریدہ سے دریافت کیے بغیر ہانڈی سے کچھ نکالا ہو چہ جائیکہ منہ لگا کر شوربہ پیا اور تعجب ہے کہ دیوبندیوں کے مفتی اعظم مولوی کفایت اللہ صاحب جو بات بات میں استہزا استہزا کہکر سمجھانے کے عادی تھے وہ بھی اس دھما چوکڑی میں شریک تھے۔ حالانکہ انکی ذمہ داری تو یہ تھی کہ وہ مولانا ٹانڈوی کو مسئلہ سے آگاہ کرتے کہ فقہا نے مہمان کو خوان کے بچے ہوئے شوربے کے پینے سے منع فرمایا ہے چہ جائیکہ دستر خوان پر آنے سے پہلے ہی اس کا صفایا کرکے میزبان کی ہانڈی لوٹی جائے۔

اب دو ایک روائتیں اور بھی ملاحظہ فرمایئے۔ جو مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا ٹانڈوی کے مرض الموت سے متعلق ہیں۔ مگر اس سے پہلے سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دیوبندی گروپ کا ایک ناروا جارحانہ حملہ کا ملاحظہ کر لینا ضروری ہے۔

وفاداری مرا شیوہ جفا کاری شعار ان کا
میں اپنی سی کہے جاؤں وہ اپنی سی کیے جائیں

رسالہ الاحسان جلد دوم شمارہ نمبر ۱ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ ستمبر ۱۹۵۵ء زیر عنوان مسائل شرعیہ صفحہ ۳

اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے متعلقین سے یہ وصیت کر جائے کہ میرے لیے ہفتہ میں دو تین بار فلاں فلاں کھانوں میں سے کچھ اشیاء بھیجدیا کریں اور منجملہ ان اشیاء کے

دودھ کا برف خانہ ساز بھی ہو تو قابل غور بات یہ ہے کہ
اگر کوئی خلف صادق دسمبر جنوری میں اس وصیت پر عمل کر گذرتے
تو نجانے اس شخص کا عالم قبر میں کیا حال ہوگا اور خدا ہی بہتر جانتا
ہے کہ فاتحہ کا ایصال ہوگا یا ایصال عذاب۔

نوٹ:۔ الاحسان کی مندرجہ بالا عبارت وصایا شریفہ سے متعلق ہے احسان فرش ایڈیٹر کو زحمت نہ ہو تو اپنے گھر کی ایک کہانی سن لیں۔

وصایا شریف کا یہ جملہ "دودھ کا برف خانہ ساز ہو۔ تو آپکی نظر میں کھٹک گیا مگر یہ خیال نہ رہا کی اس وصیت میں غرباء مساکین کی کتنی رعایت ہے وصیت کرنیوالا خود اپنے لیے چاہ نہیں ہے بلکہ اسکی خواہش یہ ہے کہ میری فاتحہ میں مریدین و متوسلین کیساتھ غرباء و مساکین کو عمدہ چیزیں دستیاب ہو جائیں جو انکی فرحت و انبساط کا زیادہ باعث ہو نگی چونکہ ناداروں کو اچھی چیزیں مشکل سے دستیاب ہوتی ہیں۔

یہ بات تو قابل تعریف ہے نہ کہ لائق مذمت

البتہ اب اپنے بزرگوں کی شکم پروری و لذت نفس کی روایت ملاحظہ کیجیے کہ مرض الموت میں کلمہ درود پڑھنے یا عزیز و اقارب غرباء و مساکین کے حق میں کلمہ خیر کہنے کے بجائے سردہ اور ککڑی کے لیے دل بے چین تھا اور زبان پہ روح اٹکی ہوئی تھی یہانتک کہ مرتے مرتے مولانا نانوتوی کیلئے لاہور اور کراچی سے سردہ منگایا گیا اور مولانا تھانوی کیلئے لکھنؤ سے ککڑی منگائی گئی۔ اب فرمائیے ان حضرات کے بارے کیا فیصلہ ہے؟

تمناؤں کی قتل عام کیوں ہے سوچنا ہوگا۔
ہمیں پر بارش احکام کیوں ہے سوچنا ہوگا۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۱۴

کون سمجھ سکتا ہے کہ اس عمل طلب میں بھی سنت اسلاف اور طلب رضاء الٰہی کا کہاں تک جذبہ تھا اور اپنی طبعی خواہش کا کیا حصہ تھا اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی کے لیے لکھنؤ سے ککڑی منگوائی گئی تھی تو حضرت "ٹانڈوی" کے لیے مولانا سجاد حسین صاحب کی معرفت کراچی سے اور مولانا حامد میاں صاحب نے لاہور سے سردہ بھیجا۔

میرا ہی نام زمانہ نے کر دیا بدنام
میں جس کے نام پہ مرتا ہوں اسکا نام نہیں

نوٹ:- مدیر احسان فراموش کو اب تو ہوش آیا ہوگا کہ انکے اکابر کی جان اسوقت تک نہ نکلی جب تک کہ سردہ اور ککڑی سے پیٹ نہ بھر لیا۔

یہ بھی کیا خوب رہی کہ سردہ اور ککڑی کے طلب کرنے میں طلب رضاء الٰہی کو دخل تھا۔ مارے گھٹنا پھوٹے آنکھ" والا مضمون ہے۔ طلب رضاء الٰہی اور کجا لذت نفس و طبعی خواہش آخر شرم یہ کیا بے جوڑ پیوند ہے۔ سچ جانیے عقیدت و محبت کے روگی مریض غلو محبت میں حقائق سے منہ موڑ کر کچھ ایسی ہی الٹا نگ شٹانگ ہانکا کرتے ہیں۔ سیدنا امام احمد رضا کی وصایا شریف میں کیڑے نکالنے والے کبھی اپنے اکابر کے ہائے پیٹ ہائے نفس کا نعرہ سماعت فرمائیں۔ تو وصایا کی عبارت خود ہی سمجھ میں آجائیگی ہاں ایک بات یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ اگر ککڑی اور سردہ کے طلب کرنے میں طلب رضاء الٰہی کو دخل تھا تو ساتھ ہی ساتھ سنت

اسلاف کا جذبہ بھی کارفرما تھا تو سنت اسلاف کا یہ جذبہ بھی ککڑی اور سردہ ہی کھلانے تک محدود تھا یا میلاد و قیام تک اس کی رسائی تھی۔ اسکو تو آپ بھی جانتے ہونگے کہ آپ سب کے روحانی گُرو دادا حاجی امداد اللہ صاحب سال میں محفل میلاد شریف منعقد کرتے اور کھڑے ہوکر سلام پڑھنے میں لذت محسوس فرماتے۔

پھر کیا ہوا کہ میلاد و قیام کے اتباع میں آپ حضرات نے اپنے اسلاف سے رشتہ و ناطہ توڑ دیا۔ یا اب آپ لوگوں کے یہاں حاجی امداد اللہ صاحب اسلاف کے بجائے اخلاف میں شمار کیے جانے لگے یہ تو وہی مضمون ہے "میٹھا میٹھا ہڑپ ہڑپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو" فاین اس حقیقت کو کبھی بھی فراموش نہ فرمائیں کہ شریعت سے مذاق دراصل علماء دیوبند کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے لذت نفس پر طلب رضاء الٰہی کا لیبل اور میلاد شریف کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دینا یہ تو ان کی صبح و شام کا مشغلہ ہے۔ مذکورہ بالا روایت کی تفصیل کڑی بھی ملاحظہ کر لیجئے تو بات آگے بڑھائی جائے۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۱۲

کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ اور خصوصاً مولانا محمد قاسم نے آخر وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا چنانچہ مولانا محمد قاسم کے لیے لکھنؤ سے گکڑی منگائی گئی تھی حضرت رحمانڈوی نے بھی آخر میں "سردے" کی خواہش کا اظہار فرمایا الحمد منجانب اللہ اسلاف کی طبیعت اس درجہ مجبور ہوئی کہ جب مولانا محمد قاسم اور مولانا محمد شاہد فاخری ملاقات کو تشریف لائے تو فرمایا کہیے کیا آج کل سردا نہیں مل سکتا انھوں نے عرض کیا حضور ضرور مل جائیگا۔

چونکہ اس سے قبل مولانا اسعد صاحب، مولانا فرید الوحیدی صاحب
وغیرھم نے دہلی، بہار، پور، میرٹھ، ہر جگہ تلاش کیا مگر کہیں دستیاب نہ ہوا

نوٹ :۔ وصایا شریف پر اعتراض کرنے والے کبھی گریبان میں منہ ڈالکر اپنے اسلاف
بزرگوں کی خواہش نفس کا جائزہ لیں۔

اور اتنا ہی نہیں کہ محض گنگوہی اور سرہندی ہی ان کے اکابر نے سرپیٹا ہو
یا موت کے چنگل میں کلمہ درود و سورہ یٰسین پڑھنے پڑھانے کے بجائے مولانا
ٹانڈوی "اُلو" کا تذکرہ کر رہے تھے۔

گلشن، قفس، بہار، گریباں، جنوں، خرد
مربوط ان سے بزم خرابات ہو گئی

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۱۴

والدہ سے پوچھا کیا اب بھی ٹانڈے میں تمہارے مکان پر
اُلو بولتا ہے "ہمیشہ صبح کے وقت ایک مخصوص مقام پر بیٹھ کر وہاں
اُلو بولتا رہا ہے" والدہ نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا ہاں ہمارے ہاں
بچپن میں اس جگہ املی کا بہت بڑا درخت تھا۔ اس پر ہمیشہ ایک اُلو
بولتا تھا وہ حسب عادت آج بھی بولتا ہے میں نے عرض
کیا حضرت یہ کیا ضروری ہے کہ جو اس وقت بولتا
تھا آج بھی وہی ہو۔ فرمایا ہاں بھائی اس کی عمریں
چھ چھ سو سال تک کی ہوتی ہیں۔ پھر والدہ سے
مخاطب ہوئے "اللہ داد ا بوڑھا" ہمارے بچپن میں

اس قدر آباد تھا کہ حیرت ہوتی ہے وہ سب لوگ کہاں گئے۔
فرمایا کہ والدہ کہتی تھیں کہ ایک زمانہ میں ہر طرف بڑے بڑے لوگوں کی چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں اور مال و دولت کی فراوانی تھی لوگوں کی کثرت تھی پھر والدہ سے اظہار رائے کے طور پر فرمایا کہ اس الو کے بارے میں سنا ہے کہ یہ بہت ہی منحوس ہوتا ہے والدہ نے کہا جی ہاں جہاں بولتا ہے وہ جگہ اجاڑ ہو جاتی ہے فرمایا کہ سب تو مر گئے اب کسے سے جانا چاہتی ہے۔

نوٹ:۔ اس روایت کا آخری ٹکڑا قابل غور ہے کہ سب تو مر گئے اب کسے لیجانا چاہتا ہے۔ یعنی مولانا نانوتوی قضا و قدر سے نہیں مرے بلکہ انھیں الو لے گیا اور انھی کو کیا بلکہ پورے خاندان کو ہی لوٹ گیا۔ الو کی نحوست پر اتنا اعتماد و بھروسہ کہ خداوند قدوس سے بھی اعتماد و توکل جاتا رہا۔

۶۔ کہاں کھوئے ہیں گیسوئے یار نے خوشبو کہاں تک ہے

اب شیخ الاسلام منہ سے ایک ایسی روایت پیش کرتا ہوں جو علمائے دیوبند کی ایک بہت ہی معرکۃ الآرا بحث پر ضرب کاری کا کام کرتی ہے۔ جس بحث کا تذکرہ مدیر تجلی نے بھی توحید نمبر میں بڑی شدومد سے کیا ہے پہلے فلاں کی بات سنیے پھر شیخ الاسلام کی روایت۔

فرمان توحید ہمسائے صفحہ ۱۹۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس درخت کے نیچے صحابہ کرام سے بیعت لی تھی اور جس کا ذکر خود قرآن کریم میں آیا ہے اور رلفظ

رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ کہ یہ درخت برکت کا کتنا بڑا نشان بن گیا تھا مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہ لوگ اس درخت کے پاس کثرت سے آنے جانے لگے تھے اور خطرہ ہوگیا تھا کہ عقیدت کا غلو کہیں مسلمانوں کو کسی بے اعتدالی میں مبتلا کر دے اور آنیوالی نسلیں اس درخت کا نشان تعظیم نہ بنالیں حضرت عمر نے اس درخت ہی کو سرے سے کٹوا دیا۔

دل میں طوفان و نا آنکھوں میں سیل اشتیاق
عشق سے پہلے مذاق عاشقی پیدا کرو

نوٹ:۔ یہ بات تو تحقیق طلب ہے کہ حضرت عمر فاروق نے اس درخت کو کٹوایا تھا یا وہ از خود غائب ہوگیا جیسا کہ بعض محققین کی رائے ہے بالفرض اگر اسی خیال کے تحت حضرت فاروق اعظم نے اس کو کٹوایا تھا اب اپنے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد کی بدعت پرستی ملاحظہ فرمایئے

جو حضرت فاروق اعظم سے اعلان جنگ کے مترادف ہے۔ ماہر عنا سنیئے اور کلیجہ پیٹیے

اثر کرے نہ کرے سن تو لے مری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندہ آزاد

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۰۹

مہمان خانہ کے صحن میں ایک درخت تھا جس میں نہایت خوشبودار زرد پھول لگتے تھے صورت میں وہ بالکل بول

سے مشابہ تھا حضرت مولانا حسین احمد صاحب اس درخت
مدینہ طیبہ سے لائے تھے۔ اور بڑے شوق اور چاہت سے
اس کے نیچے بیٹھتے تھے تحقیق سے معلوم ہوا کہ جنس کا وہ
درخت تھا جس کے نیچے وہ عظیم الشان بیعت ہوئی تھی
جس کو اسلامی تاریخ میں بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا
جاتا ہے۔ اب وہ درخت تو ختم ہو گیا ہے۔ لیکن شہر
اور دارالعلوم میں اسی نسل کے کئی درخت اور
ہو گئے ہیں۔

حضرت ناصح جو آئیں دیدہ و دل فرش راہ
پر مجھے اتنا تو سمجھائیں کہ سمجھائیں گے کیا

نوٹ:۔ فرمائیے ماہر صاحب! دیوبند اور درخت کی پوجا پاٹ؟ اور بدعت پرستی
کا مظاہرہ؟ ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی
جس درخت کو عمر فاروق اعظم نے کسی اندیشہ کے پیش نظر کٹوا دیا تھا وہ نہ سہی تو
اس کی جنس کا ہی سہی سینکڑوں میل کی دوری سے جناب شیخ اس کو دیوبند لے آئے ——
—— پیپل پجاریوں کے لنگوٹیہ ساتھی کسی نہ کسی بہانے درخت کی پوجا پاٹ کو
رواج دینا ہی چاہتے تھے تاکہ ساتھیوں کے ساتھ کمال درجہ کی مشابہت ہو جائے کھدر
تو بدن سے چپک ہی گیا تھا جو کفر و شرک کا ساتھی بنا البتہ پوجا پرستش کی کمی تھی تو وہاں
پیپل اور یہاں ببول ماہر صاحب خدا لگتی بات ہے کیا یہ اندیشہ محض مدینہ منورہ ہی میں تھا کہ
کہیں لوگ اس درخت کو نشان تعظیم نہ بنالیں اور یہ اندیشہ دیوبند میں ختم ہو چکا ہے۔ مدینہ تو دیا جیتے ہے

وہاں عقیدت کیشوں کے لیے گنبد خضرا کی زیارت کیفیت کیا کم ہے وہاں تو قلب مضطر کی تسکین کے ہزار ہا سامان فراہم ہیں یہ وہی مدینہ طیبہ ہے جہاں محبوب خدا جلوؤں کی ہمہ وقت بارش ہوتی ہے جو خلیفۃ اللہ الاعظم کا دار السلطنت ہے وہاں تو انہی کے جمال و کمال کی بادشاہی ہے اور انہی کے حسن و جمال کا سکہ چل رہا ہے۔

پھر یہ بات کس قدر عقل و فراست سے بعید ہے کہ گنبد خضرا کی ٹھنڈی چھاؤں کو چھوڑ کر کوئی ببول کی درخت کی پوجا پاٹ میں لگ جائے البتہ یہ اندیشہ دیوبند میں زیادہ قرین قیاس ہے کہ گنبد خضرا نہیں تو وہ ببول ہی تو ہے جس کے نیچے بیعت رضوان ہو چکی ہے اور اسکے نیچے بیٹھنا تو در کنار بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں اسکے پتے پھول پھل حتیٰ کہ اسکی چھال تک کو بھی لوگ کھانے لگیں جیسا کہ ہمارا نوتوی قبر کی مٹی تک اکھاڑ لاتے اور بازو پر باندھتے جہاں بدعت پرستی کا یہ عالم ہو وہاں یہ اندیشہ اور بھی زیادہ قوی ہو جاتا ہے اگر جناب ٹانڈوی نے اسکی کوئی ذکر نہ کی خواہ اس فعل سے حضرت فاروق اعظم کی روح کو صدمہ پہنچے یا دیوبند میں اسکو نشان تعظیم بنا لیا جائے انھیں تو اپنے سابقوں حمایت و رجحکی مشابہت پیدا کرنی مقصود تھی

دست جنوں نے ایسی اڑائی ہیں دھجیاں
چھوڑا نہ ایک جیب و گریباں کے تار کو

ماہر صاحب اگر میرے یہ جملے بار خاطر نہ ہوں تو یہ عرض کر دینا ضروری جانتا ہوں کہ توحید نمبر کی اشاعت سے پہلے آپ نے یہ طے کر دیا تھا کہ علماء دیوبند کی تائید و حمایت کا پورا پورا حق ادا کیا جائے گا خواہ باتیں سرتاسر غلط ہی کیوں نہ کہنی ہوں اور اس پر تماشا یہ کہ خود آں بدولت علماء دیوبند کے عقائد سے کما حقہ واقف نہیں ہیں۔

مثلاً مسئلہ استمداد کا رد کرتے ہوئے آپ توحید نمبر میں ایک مقام پر رقمطراز ہیں۔

فاران توحید نمبر صفحہ ۱۶

کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت کرام پر قیامت گذر گئی۔ مگر ان نفوس قدسیہ میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امداد کے لیے پکارا اور نہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دہائی دی۔"

نوٹ:۔ ماہر صاحب آپ کربلا تو پہنچ گئے مگر تھانہ بھون کی سیر کیے بغیر پہنچے اسی لیے آپ نے بڑی گہری ٹھوکر کھائی ہے۔ حالانکہ آپ کو یہاں کی خبر لینے کے بعد کربلا کی خبر لینی تھی۔ اب سنیئے اپنے مولانا تھانوی کا عقیدہ کہ وہ نبی و غیر نبی سے استمداد و توسل کے کتنی شدت سے قائل ہیں ناظرین سے گذارش ہے کہ وہ حسب ذیل روایت پر کڑی نگاہ رکھیں گے۔

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" مصنفہ مولانا تھانوی صفحہ ۲۸۳

مضمون دوم متعلق فصل ۳۸ جس میں آپ کے ساتھ توسل حاصل کرنے کی برکت مذکور ہے عطر الوردہ قصیدہ بردہ کے برکات میں لکھا ہے کہ صاحب قصیدہ یعنی امام عبد اللہ شرف الدین محمد بن سعد بن معاذ بوصیری قدس سرہ کو فالج ہو گیا تھا جس سے نصف بدن بیکار ہو گیا، انھوں نے بالہام یہ قصیدہ تصنیف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے آپ نے اپنے دست مبارک ان کے بدن پر پھیر دیا یہ فوراً شفایاب ہو گئے۔ اور یہ اپنے گھر سے نکلے تھے کہ ایک درویش سے ملاقات ہوئی اور اس نے درخواست کی کہ مجھکو وہ قصیدہ سنا دیجیے جو آپ نے مدح نبوی میں کہا ہے۔ انھوں نے پوچھا کونسا قصیدہ؟ انھوں نے کہا کہ جس کا اول یہ ہے۔

اَمِن تذکرّ جیران بذی سلم

انکو تعجب ہوا کیونکہ انھوں نے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی اس درویش نے کہا کہ بخدا میں نے اس کو اس وقت سنا ہے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑھا جا رہا تھا۔ اور آپ خوش ہو رہے تھے۔ سو انھوں نے یہ قصیدہ اس درویش کو دیدیا اور اسکی شہرت ہوگئی اور شدہ شدہ یہ خبر صاحب بہاء الدین وزیر ملک ظاہر کو پہنچی اس نے نقل کرایا اسکے گھر والے اس سے برکت حاصل کرتے تھے۔ اور انھوں نے بڑے بڑے آثار اسکے اپنی دینی دنیاوی امور میں دیکھے صفحہ ۳۰۸ اور سعد الدین فارقی جو کہ توقیع نگار وزیر مذکور تھا آشوب چشم میں مبتلا ہو قریب تھا کہ آنکھیں جاتی رہیں کسی نے خواب میں کہا کہ وزیر کے پاس جا کر اس قصیدہ بردہ لے کر آنکھوں پر رکھو چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور بیٹھے بیٹھے اس کو پڑھا فی الفور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا بخشی اور رسالہ نیل الشفا مؤلفہ احقر (یعنی تھانوی) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل شریف کے برکات و خواص مذکور ہیں جب حرف ان الفاظ میں جو کہ آپکے معنی ممدوح کے صورت و مثال ہیں اور پھر ان نقوش میں جو کہ ان پر الفاظ دال ہیں۔ اور اس ملبوس میں جو کہ آپ کی نعال ہیں اور پھر ان نقوش میں جو کہ ان نعال کی تمثال ہیں سو خود آپ کی جمیع الکمالات و اسماء جامع البرکات سے توسل حاصل کرنا اور اس وسیلے سے دعا کرنا کیا کچھ نہ ہوگا۔

نشر الطیب صفحہ ۲۴۱

یا شفیع العباد خذ بیدی | انت فی الاضطرار معتمدی
دست گیری کیجیے میرے نبی | کشمکش میں تمہیں ہو میرے نبی
لیس لی ملجأ سواک اغث | مسنی الضر سیدی سندی
جز تمہارے کہاں ہے میری پناہ | فوج کلفت مجھ پر غالب ہوئی
غشنی الدھر یا ابن عبد اللہ | کن مغیثا فانت لی مددی
اے ابن عبد اللہ زمانہ میرے خلاف ہے | اے میرے مولا خبر لیجیے میری
یا رسول اللہ جابک لی | من غمام الغموم ملتحدی
میں ہوں بس اور آپ کا دربار رسول اللہ | ابر غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

صفحہ ۵۶۹ مشکوٰۃ شریف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت عمر جب لوگوں پر قحط ہوتا تو حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے واسطے سے دعا بارش کی کیا کرتے اور فرماتے کہ اللہ ہم پہلے آپ کے دربار میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کیا کرتے تھے۔ آپ ہم کو بارش دیتے تھے اور اب ہم آپ کے دربار میں اپنے پیغمبر کے چچا کا توسل کرتے ہیں۔ سو ہم کو بارش دیجیے، چنانچہ بارش ہوتی تھی روایت کیا اس کو بخاری نے

ف: اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا جبکہ اسکو نبی سے کوئی تعلق ہو۔ قرابت حسیہ کا یا قرابت معنویہ کا تو توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے

کے لیے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے توسل کیا نہ اس لیئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا جبکہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور یہ کہ اس توسل پر کسی صحابی سے نکیر منقول نہیں اس لیئے اس میں اجماع کے معنی آگئے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود چاکِ دامن ماہ کنعاں کا

نوٹ :- ماہر صاحب اب فرمایئے کہ بات، آپ کی صحیح ہے یا آپکے حکیم الامت کی؟ آپکے حکیم الامت تو قصیدہ بردہ شریف، نقشہ نعل پاک، اور حضرت عباسؓ تک سے توسل کے قائل ہیں بلکہ وہ یہاں تک فرماتے ہیں کہ اس پر کسی صحابی سے نکیر منقول نہیں لہذا اس کی حیثیت اجماع کی ہوگی ہے اب اگر زحمت نہ ہو تو آپ اپنے دارالعلوم دیوبند سے استفسار کرلیں کہ اجماع کا منکر گمراہ ہے یا کافر۔ دیکھیے آپ کے بارے میں کیا حکم نافذ ہوتا ہے، فتویٰ دیکھتے ہی تائید و حمایت کا سارا نشہ ہرن ہوجائیگا۔ اسی لیئے میں نے عرض کیا تھا کہ آپکو کربلا جانے سے پہلے تھانہ بھون جانا چاہیئے تھا۔

ماہر صاحب آپ نے واقعہ کربلا میں تصویر کا محض ایک ہی رخ ملاحظہ فرمایا ہے یعنی اگر سرکار حسین کی نظر میں توسل واستمداد درست ہوتا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یا مولائے کائنات علی مشکل کشا کو امام حسین میدان کربلا میں پکارے ہوتے اور نہ پکارنے کو آپ نے عدم جواز کی دلیل سمجھا۔ — اے کاش آپ اتنا غور کرتے کہ میدان کربلا میں امام حسین کس مقصد کے تحت خیمہ زن ہوئے ہیں کیا میدان کربلا میں سرکار حسین اپنے والد محترم یا نانا جان کی کرامات و اعجاز کا مظاہرہ کرنے گئے ہیں یا اسکے سوا کچھ اور مقصد ہے۔ اگر مقصد وہ ہوتا جیسا کہ آپ بہ گمان خویش سمجھ بیٹھے ہیں تو یقیناً آپ اپنے سوال میں حق بجانب ہوتے مگر مقصد حسین

کرامات کا اظہار نہیں ہے بلکہ عزم و استقلال کی ایک نئی تاریخ مرتب کرنی تھی چنانچہ سرکار حسین موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرائے ایک ایک کا لاشہ اپنے کاندھے پر اٹھایا، علی اصغر جیسے معصوم بچے کو اپنی گود میں دم توڑتے دیکھا مگر صبر و شکیب کا دامن نہ چھوٹا اور پائے استقامت میں کوئی لغزش اور نہ ڈگمگاہٹ نہ آئی یہ تھا امام حسین کا مقصد عظیم ورنہ یزیدی فوج کو پسپائی و تباہکاری کیلئے نہیں بلکہ اہتمام حجت کی خاطر خود سرکار حسین نے میدان کربلا میں بسا اوقات اپنی کرامات کا اظہار فرمایا ہے اور اسی سلسلہ میں اسمٰعیل مازندرانی کا ایک واقعہ بڑا ہی شہرت رکھتا ہے۔

ماہر صاحب! توحید نمبر میں تو آپ نے حق پسند، کو بالائے طاق رکھکر قسم کھائی ہے کہ جو بات بھی کہی جائے وہ تعصب اور کسی فرقہ بندی کے ماتحت ہو ورنہ وہ بات نہیں جو اس سے الگ تھلگ رہے چنانچہ آپ اپنی حسب ذیل تحریر کا جائزہ لیجئے کہ کیا واقعتاً یہ ایمان و عقل کی آواز ہے۔ یا دار فتگی عقل کی۔

اے دوست اپنے غم سے کر اس درجہ دل فگار
فطرت بھی رحم کھائے تو درماں نہ کر سکے

فاران توحید نمبر صفحہ ۲۲

"آپ یعنی رسول اللہ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم وفات پاتے ہیں تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں ظاہر ہے کہ آپ کے اختیار میں ہوتا تو بھلا لخت جگر کو مرنے دیتے،

یہ ہے تنقیص رسالت اور توہین نبوت کا وہ غارت گر ایمان جذبہ شیطنت جو علماء دیوبند کی وفاداری میں بار بار توہین نبوت پر آپ کو اکساتا رہتا ہے، آپ ہی فرمایئے افسوس یہ کہکر آپ نے کونسا بڑا تیر مار کیا تمدانہ کردہ ہم میں سے کسی نے رسول اللہ کو خدا کہا ہے معاذ اللہ البتہ ذرا زحمت فرما کر دیوبند تشریف لائیے

اور دیکھیے کہ آپ کے تیر نے کتنوں کو گھائل کر دیا ہے۔ سنیے آپ کے مولانا محمود الحسن مولانا رشید احمد گنگوہی کے مرثیے میں فرماتے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم

کسی کو مرنے نہ دینا یہ تو مولانا گنگوہی کی شان تھی۔ البتہ اب آپ قاری طیب صاحب سے دریافت کیجیے کہ جب مولانا گنگوہی کی یہ شان تھی کہ وہ زندوں کو مرنے نہ دیتے تو خود اس بدولت کیوں مر گئے۔ ؟ آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر کی وفات پر ہمیں طعنہ دینے کے بجائے علماء دیوبند سے پوچھیے کہ جن گنگوہی صاحب کو آپ حضرات نے تخت خداوندی پر بٹھایا تھا اور قضاء قدر جن کے قبضۂ قدرت میں تھی وہ کیوں مر کر مٹی میں مل گئے۔ برا ہو اس تعصب اور فرقہ بندی کا جس نے آپ کو حقیقت سے اتنا دور کر دیا۔ اور اندھا بنا دیا کہ آپ یہ بھی نہ دیکھ سکے کہ مرے تیر کشش کا تیر کس کے دل میں پیوست ہو رہا ہے۔

میں اس عارفانہ تجاہل کے صدقے
ہر اک دل کو چھیدا میرا دل سمجھ کے

ماہر صاحب! آپ دامن بچا کر گذرنے کی کوشش نہ کیجیے۔ آپ کے دل کا چھلہ گردنت میں آچکا ہے۔

عبث ہے اب یہ بیگانہ نگاہی
کہ دل نے تیرے دل کی بات پالی

علماء دیوبند کی جبنہ داری میں اپنی چند سطریں اور ملاحظہ فرمایئے۔

فاران صفحہ ۳۵

اگر بزرگان دین کے ولادت و وفات کے یوم منانے کو اسلام میں پسندیدہ سمجھا جاتا ہے تو انبیاء سابقین ایک دوسرے کا یوم ولادت و وفات ضرور مناتے۔

نگاہِ غور سے دیکھو تو عقدہ صاف کھل جائے
وفا کے بھیس میں بیٹھا ہے کوئی بے وفا ہو کر

نوٹ:- ماہر صاحب اگر واقعتہً یہ آپ کے دل کی آواز ہے تو مجھے بھی کہنے دیجئے کہ اگر "توحید نمبر" کی اشاعت کو اسلام میں پسندیدہ سمجھا جاتا تو انبیاء و رسل ضرور اس کی اشاعت فرماتے اور اسلام و ائمہ دین و شریعت ہدایہ، فتح القدیر، شامی، عالمگیری، بحرالرائق، فتاوی قاضی خان، حسامی، توضیح، تلویح کی ترتیب و تدوین میں مشغول ہونے کی بجائے توحید نمبر کی اشاعت کرتے مگر ہمیں تو اسلاف میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ پھر اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں

فاران صفحہ ۳۵

یہ مروجہ مولود نہ سنت رسول ہے نہ اسوۂ صحابہ اور طریق سلف صالحین بلکہ سنت ملوک ہے!

ماہر صاحب! اب مجھے کہنے دیجئے کہ توحید نمبر کی اشاعت نہ سنت رسول ہے نہ اسوۂ صحابہ اور نہ طریق سلف صالحین بلکہ سنت صحافت ہے کیا آپ کی نظر میں سنت صحافت بھی کوئی دلیل ہے۔ اور اگر ہو سکے تو یہ بھی فرما دیجئے کہ مروجہ مولود اگر سنت سلف صالحین بھی نہیں ہے تو دیوبندیوں کے مقتدا و پیشوا حاجی امداد اللہ یہ سلف صالحین سے تھے۔ یا سلف فاسقین سے معاذاللہ

ماہر صاحب! آپ نے اپنے اداریہ میں ایک جگہ یہ بھی تحریر فرمایا ہے

فاران صفحہ ۴۳

اس باب کو ختم کر دینے سے پہلے اس بات کا اظہار کر دینا ضروری سمجھا گیا کہ ہم نے جگہ جگہ ایک گروہ کو اہل بدعت جو کہا ہے بعض حضرات کو غالباً گراں گذرے کہ یہ جدال احسن کی راہ نہیں ہے اس کے جواب میں گذارش یہ ہے کہ جن لوگوں کا اوڑھنا بچھونا بدعات ہوں ان کو بدعتی نہ کہیں تو آخر کیا کہیں۔

کچھ نہ صیاد کا شکوہ ہے نہ گلچیں کا گلہ!
اپنے ہاتھوں سے جلایا ہے نشیمن اپنا

ماہر صاحب! میں بھی اس سلسلہ کو ختم کرتے ہوئے اس امر کا اظہار ضروری جانتا ہوں کہ میں نے بھی جگہ جگہ ایک فرقہ کو دریدہ دہن گستاخ بے ادب، شاتم رسول کہا ہے ممکن ہے یہ باتیں ان پر یا آپ پر بارِ خاطر گذریں تو جواباً عرض ہے کہ رسول اللہ کی بارگاہ میں گستاخی بے ادبی، دریدہ دہنی جن لوگوں اوڑھنا بچھونا ہو انھیں شاتم رسول نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے۔ ع

تم عنایت جو نہ کرتے تو عنایت ہوتی

اور اتنی بات تو آپ بھی فرما چکے ہیں کہ علماء دیوبند غیر محتاط، غیر معتدل بے قرینہ بدسلیقہ ہیں لہذا اگر دریدہ دہن و گستاخ و بے ادب کہنے کی اجازت نہیں ہے تو یہی کہنے دیجیے کہ علماء دیوبند بے قرینہ و بدسلیقہ ہیں۔

ماہر صاحب! علماء دیوبند کی بدسلیقگی پر ایک آپ ہی ماتم گسار نہیں بلکہ اس انجمن میں آپکے

بہت سے ساتھی براتی ہیں پیچھے اپنے کھدر پوش خدا مولوی حسین احمد صاحب کے بارے میں اپنے امیر کارواں مولوی سید ابوالاعلیٰ مودودی کی رائے ملاحظہ کیجئے، معاف فرمائیے گا آپ ہی کے انداز بیان نے اس سلسلہ کو دراز کردیا ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے۔

قربت کی آرزو کا گنہگار میں سہی
بخشا اس آرزو کو سہارا خود آپ نے

مسئلہ قومیت صفحہ ۵۲۔ مرتبہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

"اس سلسلہ میں ڈاکٹر اقبال کے متعلق (مولوی حسین احمد صاحب) فرماتے ہیں کہ ان کی ہستی کوئی معمولی ہستی نہ تھی وہ ایسے تھے اور ویسے تھے مگر باوجود کمالات گوناں گوں کے ساحرین برطانیہ کے سحر میں مبتلا ہوگئے تھے۔

نوٹ۔ مولانا ٹانڈوی کی نگاہ میں ڈاکٹر اقبال برٹش گورنمنٹ کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن چکے تھے۔ واہ رے دیدہ دلیری ہندوستان کا وہ مانا ہوا شاعر جس نے قوم کے جگانے اور بیدار کرنے میں اپنا ریکارڈ قائم کردیا ہو وہ مولانا ٹانڈوی کی نظر میں برطانیہ کا آلۂ کار تھا۔ ابھی کیا ہے دو چار قدم اور آگے بڑھیے اور مولانا مودودی کے الفاظ میں ٹانڈوی صاحب کی صحیح تصویر ملاحظہ کیجیے۔

مسئلہ قومیت اور اسلام۔ صفحہ ۳۸ بحوالہ مسئلہ قومیت صفحہ ۵۲

اگر قومیت ایسی ہی ملعون اور بدترین چیز ہے تو چونکہ یورپ نے اس کو استعمال کرکے اسلامی بادشاہوں اور عثمانی خلافت کی جڑ کھودی ہے مسلمانوں کو چاہیئے تھا کہ اسی ملعون ہتھیار کو برطانیہ کی

جڑ کھودنے کے لیے استعمال کرتے۔

نوٹ:۔ مولانا ٹانڈوی کی مندرجہ بالا رائے پر مولانا مودودی کا تبصرہ ملاحظہ کیجیے مسئلہ قومیت۔ صفحہ ۵۳ و صفحہ ۵۴

"مندرجہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا (ٹانڈوی) کی نگاہ میں حق و باطل کا معیار صرف برطانیہ بن کر رہ گیا ہے۔ وہ مسئلہ کو نہ تو علمی زاویۂ نظر سے دیکھتے ہیں کہ حقائق اپنے اصلی رنگ و روپ میں نظر آسکیں نہ وہ مسلمانوں کی خیر خواہی کے زاویۂ نظر سے اُس پر نگاہ ڈالتے ہیں۔

چند سطر بعد جب یہ بات ان (مولوی حسین احمد صاحب) کے دل میں بیٹھ چکی ہے کہ متحدہ قومیت برطانیہ کے لیے مہلک ہے تو جو شخص اس کی مخالفت کرتا ہے وہ برطانیہ پرست کے سوا اور ہو ہی کیا سکتا ہے۔ خیریت یہ ہوگئی کہ کسی نے مولانا کو برطانیہ کی ہلاکت کا ایک دوسرا نسخہ نہ بتا دیا جو متحدہ قومیت سے زیادہ کارگر ہے یعنی یہ کہ ہندوستان کی ۳۵ کروڑ آبادی خودکشی کرے جس سے برطانوی سلطنت آن کی آن میں ختم کیجا سکتی ہے۔ یہ تیر بہدف تدابیر اگر مولانا کے دل میں بیٹھ جاتی تو وہ بے تکلف فرماتے جو شخص ہندوستان کے باشندوں کو خودکشی سے روکتا ہے وہ برطانیہ پرست ہے خودکشی اگرچہ ملعون اور بدترین فعل سہی مگر جب اس سے برطانیہ کی جڑ کھودی جاسکتی ہے تو فرض ہو جاتا ہے کہ اس فعل قبیح کا ارتکاب کیا جائے۔

نوٹ:۔ ماہر صاحب بات ابھی ختم نہیں ہوئی، یہ تو آپ نے ملاحظہ فرما ہی لیا۔ کہ آپ کے کھدر پوش خدا مسائل کو نہ تو علمی زاویۂ نظر سے جانچنے پرکھنے کے عادی تھے اور نہ ہی مسائل کے سوچ بچار میں مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ کارفرما ہوتا۔

دو ایک حوالہ جات اور بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔

متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۷۵ کی عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ کے مودودی صاحب رقمطراز ہیں۔

مسئلہ قومیت صفحہ ۶۴ و صفحہ ۶۵

"عبارت کا ایک ایک لفظ شہادت دے رہا ہے کہ مولانا (ٹانڈوی) نہ تو قومیت کے اصطلاحی مفہوم کو جانتے ہیں نہ کانگریس کے مقصد اور مدعا کو سمجھتے ہیں، نہ بنیادی حقوق کے معنی پر انھوں نے غور کیا ہے نہ ان کو خبر ہے کہ جن اجتماعی مجلسوں کا وہ بار بار اسقدر سادگی کیساتھ ذکر فرما رہے ہیں۔ ان کے حدود و اختیار و عمل موجودہ دستور کے تحت کن کن راہوں سے اس دائرے میں نفوذ کرتے ہیں جس کو تہذیب و تمدن اور عقائد و اخلاق کا دائرہ کہا جاتا ہے۔ ۔ ۔ ۔

. . . .

اور یہ بات بھی میں سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں کہ مولانا حسین احمد باایں ہمہ علم و فضل، کلچر، تہذیب، پرسنل لا وغیرہ الفاظ بھی جس طرح استعمال کر رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ان کے معنی و مفہوم سے ناآشنا ہیں، میری یہ صاف گوئی ان حضرات کو یقیناً بری معلوم ہوگی جو رجال کو حق سے پہچاننے کے بجائے حق کو رجال سے پہچاننے کے خوگر ہیں اسکے جواب میں چند اور گالیاں[1] سننے کیلیے

---

[1] مولانا مودودی کو اسکا یقین تھا کہ علماء دیوبند اپنی حسب عادت گالی گلوچ پر اتر آئیں گے ورنہ وہ گالی سننے کے بجائے کسی سنجیدہ جواب کی امید رکھتے ۱۲

چیں بہ جبیں ہونے سے پہلے یہ ملحوظ خاطر رہے کہ مندرجہ بالا رائے نہ تو علمائے بریلی کی ہے اور نہ ہی مشائخ مارہرہ و بدایوں کی بلکہ آپ کے مسلّم مقتدا و پیشوا جناب مودودی صاحب کی رائے ہے جس کے تسلیم کرنے میں آپ کو کوئی جھجک محسوس نہ کریں گے۔ اب ذرا چند قدم اور آگے بڑھیے اور ٹانڈوی صاحب پر مولانا مودودی صاحب کی شرعی گرفت کا جائزہ لیجیے!

کام آئی کچھ نہ پردہ نشینی حضور کی
دیکھ آئی جا کے بادِ صبا سر سے پاؤں تک

مسئلہ قومیت صفحہ ۶۰ و صفحہ ۶۱

"مولانا آخر فرمائیں تو کہ جس متحدہ قومیت کو وہ رسول خدا کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ اس میں آجکل کی متحدہ قومیت کے عناصر ترکیبی میں سے کونسا عنصر پایا جاتا ہے، اگر وہ کسی ایک عنصر کا پتہ نہیں دے سکتے اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں دے سکتے تو کیا مولانا کو خدا کی باز پرس کا خوف نہیں۔ (چند سطر بعد) الفاظ کا سہارا لے کر مولانا حسین احمد نے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش تو بہت خوبی کے ساتھ کر دی۔ مگر انھیں یہ خیال نہ آیا کہ حدیث کے الفاظ کو مفہوم نبوی کے خلاف کسی دوسرے مفہوم پر چسپاں کرنا اور اس مفہوم کو نبی کی طرف منسوب کر دینا من کذب علی متعمداً کی زد میں آجاتا ہے۔"

نوٹ:۔ ماہر صاحب! مجھے افسوس ہے کہ بات بڑھتی ہی جارہی ہے مگر چند لمحے کی اور سمع خراشی چاہتا ہوں، اور یہ کہانی تو آپ ہی کے بزرگوں کی ہے جس سے آپ کو اکتانا بھی نہ چاہیے لگے ہاتھ

میں نے اپنے آپ کو پہلے ہی تیار کر لیا ہے۔

مگر میں جب دیکھتا ہوں کہ مذہبی پیشوائی کی مسند مقدس سے مسلمانوں کی غلط رہنمائی کی جا رہی ہے، ان کو حقائق کے بجائے اوہام کے پیچھے چلایا جا رہا ہے، اور خندقوں سے بھری ہوئی راہ کو شاہراہ مستقیم بتا کر انھیں اس کی طرف دھکیلا جا رہا ہے تو میں کسی طرح اس پر صبر نہیں کر سکتا۔

نوٹ:۔ ماہر صاحب اگر آپ تکان محسوس کر رہے ہوں تو عامر صاحب کے اسعد سلمہ کو بھی شریکِ سفر کر لیجیے تاکہ آپ مودودی صاحب کیطرف سے مولانا اسعد کو منہ چڑھائیں اور مولانا اسعد اپنے والد بزرگوار کی حمایت میں آپ کو انگوٹھا دکھائیں یہ تو آپ کی گھریلو جنگ کا پس منظر ہے، خدا کا شکر ہے کہ گاہے گاہے آپ حضرات کا نقشۂ جنگ بدل جاتا ہے۔ ہم سینوں سے لڑتے لڑتے جب آپ حضرات تھک جاتے ہیں تو آپس ہی میں ایک دوسرے کی جیب و گریبان کی خبر لینے لگتے ہیں۔ یہ نہ سمجھیے کہ ملک کا ہوشمند طبقہ آپ کی طرف سے بے خبر ہے وہ بہت کڑی نگاہ سے آپ کے جنگ و جدال کا نظارہ کر رہا ہے۔

ماہر صاحب اگر میری باتیں آپ کے حق میں تلخ گھونٹ بن جاتی ہیں تو اپنے سرخیل جماعت مولانا مودودی ہی کی رائے پر عمل کیجیے۔ دیکھیے آپکے مودودی صاحب کا کہنا ہے کہ مولانا ٹانڈوی تہذیب، کلچر، پرنسل کا معنی تک نہیں جانتے (۲) مولانا ٹانڈوی مذہبی پیشوائی کی مسند مقدس سے مسلمانوں کی غلط رہنمائی کر رہے ہیں (۳) خندقوں سے بھری ہوئی راہ کو شاہراہ مستقیم بتا رہے ہیں۔ (۴) مولانا ٹانڈوی غیر حدیث مفہوم کو حدیث کیطرف منسوب کر رہے ہیں (۵) مولانا ٹانڈوی کو خدا کی باز پرس کا خوف نہیں وغیرہ وغیرہ اور اتنے ہی پر بس نہیں بلکہ اسکے علاوہ کچھ

اور بھی ہے ملاحظہ فرمائیے، مسئلہ قومیت صفحہ ۶۹

للہ یہ تم دیکھنے والوں سے نہ پوچھو
کیا چیز ہو تم دیکھنے والوں کی نظر میں

کم از کم اب وہ (مولوی حسین احمد) امت پر رحم فرما کر اپنی غلطی محسوس فرمالیں۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ ان کی تحریریں ایک فتنہ بن کر رہ جائیں گی اور اس پرانی سنیت کا اعادہ کریں گی کہ ظالم امراء اور فاسق اہل سیاست نے جو کچھ کیا اس کو علماء کے ایک گروہ نے قرآن و حدیث سے درست ثابت کر کے ظلم و طغیان کے لیے مذہبی ڈھال فراہم کر دی۔،،

نوٹ:۔ ماہر صاحب آپ کے کھدر پوش خدا مولوی حسین احمد صاحب کی نقاب کشائی شاید ہی کسی نے اس سے زیادہ کی ہو جتنا کہ آپکے پیشوا مولوی ابو الاعلیٰ صاحب نے کی ہے میری حیثیت تو محض ناقل روایت کی ہے اب ججمنٹ و فیصلہ تو ناظرین کے ہاتھ ہے۔ البتہ اس مقام پر ناظرین سے محض اتنی گذارش ہے کہ ان روایات کو سطحی نظر سے دیکھنے کے بجائے انھیں بہ نگاہ غائر دیکھیں اور یہ اندازہ کریں کہ علماء دیوبند نے جس کو شیخ الاسلام سے شروع کر کے پیکر عصمت اور کھدر پوش خدا تک کہدیا ہوا کی مذہبی اور سیاسی پوزیشن مولوی ابوالاعلیٰ مودودی کی نظر میں کیا ہے مجھے اس مقام پر اس سے بحث نہیں کہ مسئلہ قومیت (یعنی قوم مذہب سے ہے یا وطن سے ہے) یا اس مسئلہ میں حق بجانب کون ہے؟ بلکہ علماء دیوبند کے شیخ الاسلام پر مولانا مودودی کے تازیانہ قلم کے کچھ نشانات دکھلانے ہیں ہمیں افسوس ہے کہ ہر چند سمیٹنا کہ باوجود بات پھیلتی جارہی ہے اور اسکے باوجود ابھی تک یہ داستان ختم نہ ہو سکی اختتام گفتگو پر محض دو ایک حوالے اور حاضر کر کے بات ختم کیے دیتا ہوں

جنوں کو عقل کا پابند کرنے کی ہدایت ہے
اب اہل ہوش بھی دیوانہ پن کی بات کرتے ہیں

مسئلہ قومیت صفحہ ۶۸، صفحہ ۶۹

"اس میں خرابی بس اتنی ہے کہ اپنے مفہوم ذہنی کو مولانا (حسین احمد) کانگریس کا مفہوم و مدعا قرار دے رہے ہیں حالانکہ کانگریس اس سے بمراحل دور ہے اگر مولانا صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتے کہ متحدہ قومیت سے میری مراد یہ ہے تو ہمیں ان سے جھگڑا کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن وہ آگے قدم بڑھا کر فرماتے ہیں کہ نہیں کانگریس کی مراد بھی یہی ہے اور کانگریس بالکل نبی صلعم کے اسوۂ حسنہ پر چل رہی ہے اور مسلمانوں کو مامون و مطمئن ہو کر اپنے آپ کو اس متحدہ قومیت کے حوالہ کر دینا چاہیے جیسے کانگریس بنانا چاہتی ہے یہیں سے ہمارے اور ان کے درمیان نزاع کا آغاز ہوتا ہے۔"

مسئلہ قومیت صفحہ ۶۳ کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

کیونکہ آپ (مولانا ٹانڈوی) کو صرف برطانوی اقتدار کا زوال مطلوب ہے عام اس سے کہ وہ کسی صورت میں ہو اسی لیے آپ ایسی انجمن کے معاملہ میں صرف علت جواز ہی ڈھونڈتے ہیں اور علت حرمت جو سامنے منہ کھولے کھڑی ہے آپ کو کسی طرح نظر نہیں آتی۔ لیکن ہم مجبور ہیں کہ ان دونوں پہلوؤں کو ساتھ

ؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ساتھ دیکھیں اور علت حرمت کو دفع کئے بغیر علت جواز کو قبول نہ کریں اس لیے کہ ہم کو برطانوی اقتدار کا زوال اور اسلام کا بقا دونوں ساتھ ساتھ مطلوب ہے۔ اس کا نام اگر برطانیہ پرستی رکھنا ہے تو رکھیے ہمیں اسکے طعن کی ذرہ برابر پرواہ نہیں،

نوٹ:۔ آخرش مجبور ہو کر مولانا مودودی کو حسب ذیل بات کہنی پڑی۔

مسئلہ قومیت صفحہ ۶۸

" مولانا (حسین احمد) اس متحدہ قومیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے تشبیہ دینے کی جرأت فرما رہے ہیں حالانکہ ان بنیادی حقوق کی حیثیت ملکہ وکٹوریہ کے مشہور اعلان سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے۔ اور مغربی ڈپلومیسی کی ایسی چالوں کا رشتہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے جوڑنے کی جسارت ہم جیسے گنہگاروں کے بس کی بات تو نہیں ہاں جن کے پاس تقویٰ کا زاد راہ اتنا زیادہ ہے کہ وہ ایسی جسارتیں کرنے پر بھی بخشے جانے کی امید رکھتے ہیں۔ انھیں اختیار ہے کہ وہ جو چاہیں کہیں اور جو چاہیں لکھیں۔

نوٹ:۔ مناسب ہوگا کہ یہیں پر علماء دیوبند کے پرانے ساتھی مولانا عبیداللہ سندھی کے خطبہ صدارت کی چند سطریں حاضر کر دی جائیں جن سے علماء دیوبند کی دورخی پالیسی کے صحیح خد و خال سامنے آجائیں گے۔

آیا ہے کبھی ذکر اگر دار و رسن کا گیسو و قد یار کی بات آہی گئی ہے

بحوالہ مسئلۂ قومیت صفحہ ۱۱۷

" اگر میرا وطن اس انقلاب کے نقصان سے بچنا چاہتا ہے جو اس وقت دنیا پر چھا گیا ہے اور روز چھاتا جا رہا ہے تو اسے یوروپین اصول نیشنلزم کو ترقی دینا چاہیے۔ پچھلے زمانہ میں ہمارا ملک جس قدر نامور ہو رہا ہے اسے دنیا جانتی ہے مگر اس سے ہم کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے جب تک ہم آج کی قوموں میں اپنا وقار ثابت نہ کر سکیں۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں سفارش کرتا ہوں کہ ہمارے اکابر مذہب و ملت برٹش گورنمنٹ کے دو صد سالہ عہد سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی کوشش کریں جس طرح ہم نے یورپ سے تنفر برت کر اپنی ترقی محدود کر لیا ہے اسے اب خیرباد کہیں، اس معاملہ میں میں نے ترکی قوم کے اس انقلاب کا پوری طرح مطالعہ کیا ہے جو سلطان محمود سے شروع ہو کر مصطفےٰ الکمال کی جمہوریت پر ختم ہوتا ہے میں چاہتا ہوں کہ یورپ کے انٹرنیشنل اجتماعات میں ہمارا وطن ایک معزز ممبر بن جائے اس کے لیے ہمیں اپنی معاشرت میں انقلاب کی ضرورت محسوس ہوگی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سندھی اپنے وطن کا بنا ہوا کپڑا پہنے مگر وہ کوٹ و پتلون کی شکل میں ہوگا یا کالردار قمیص اور نیکر کی صورت میں مسلمان

بکر گھٹنے سے نیچے تک استعمال کر سکتے ہیں۔ ہیٹ دونوں
صورتوں میں بے تکلف استعمال کیا جائے گا۔
جب مسلمان مسجد میں آئے گا، ہیٹ اتار کر ننگے
سر نماز پڑھے گا۔

نوٹ:۔ ناظرین نے مسئلہ قومیت سے متعلق مولانا ٹانڈوی اور معاشرتی انقلاب کی بابت مولانا عبید اللہ سندھی کا نظریہ پڑھ کر یہ اندازہ کر لیا ہوگا کہ علمائے دیوبند اس امر پر اتفاق و سمجھوتہ کر چکے ہیں کہ مذہب و سیاست کے نام پر جب کوئی تحریک اٹھے تو اس کا اک طرفہ ساتھ نہ دیا جائے۔

اگر کوئی کانگریس کی ہمنوائی کرے تو دوسرا مسلم لیگ کی جس کی شہادت میں مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی اور مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی کا نام لیا جا سکتا ہے ایسے ہی اگر کوئی محمد بن عبدالوہاب نجدی کو باغی و لٹیرا کہے تو دوسرا متبع سنت جس کی شہادت میں مولانا ٹانڈوی اور مولانا گنگوہی کا نام لیا جا سکتا ہے اس قسم کی متعدد مثالیں "خون کے آنسو" جلد اول میں گزر چکی ہیں۔

مقصود نگارش یہ ہے کہ علمائے دیوبند کا نظریہ اور ان کے فتاوے قرآن و حدیث کی روشنی میں نہیں ہوتے بلکہ یہ فتاوے سیاست کی ہر نئی کروٹ پر اپنا رخ بدلتے رہتے ہیں مناسب ہوگا کہ یہیں پر علمائے دیوبند کے فتاوے کا کچا چٹھا بھی پیش کر دیا جائے

خرد زنجیر پہناتی رہیگی
جو دیوانے ہیں دیوانے رہینگے

فتوی دیوبند کا تحقیقی جائزہ از مولانا ابو محمد امام الدین، رام نگری صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳، صفحہ ۱۱۲

۱۔ کانگریسی، ۲۔ مسلم لیگی، ۳۔ عبدالوہاب نجدی باغی و لٹیرا تھا، ۴۔ عبدالوہاب نجدی متبع سنت تھا۔

جماعت اسلامی سے متعلق مفتی دیوبند کا فتویٰ

یہ طریق فکر و انداز دعوت و تبلیغ صحیح نہیں ہے بلکہ غلط ہے کہ یہ نئے مذہب کی ایجاد اور تفریق بین المسلمین ہے جہاں تک ممکن ہو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ جواب اول میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ اس کے شاہد عدل ہے جس میں اعتزال، خارجیت رافضیت، اجتہاد جدید، تجدید نو وغیرہ سب ہی کچھ ہے صحابہ اور رواۃ حدیث و طریقت و حقیقت اور اس کے حاملین کی جو گت بنائی ہے وہ سوال ہی میں موجود ہے۔ وہ (مولانا مودودی) ایسا مذہب ایجاد کرنا چاہتے ہیں جو سلف صحابہ ہی نہیں بلکہ اہلی روح اسلام ہی مخالف ہے۔

نوٹ: جماعت اسلامی اور مولانا مودودی سے متعلق یہ مفتی مہدی حسن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ہے اب مولانا منظور نعمانی دیوبندی کی رائے ملاحظہ فرمایئے،

کوئی بھی بھر کے دیکھ لے اے کاش
لیے پھرتا ہوں کتنی سوغاتیں

فتویٰ دیوبند کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۱۷ صفحہ ۱۱۸ ماخوذ از الفرقان لکھنؤ ماہ ذلقعدہ سنہ ۱۳۷۰ھ

" مولانا سید ابوالاعلیٰ کو میں ذاتی طور سے بھی جانتا ہوں۔ ۔ ۔ ۔

(چند سطر بعد) میں کہہ سکتا ہوں کہ ان کے لکھے ہوئے سیکڑوں ہزاروں صفحات میں میری نظر سے کبھی کوئی ایسی چیز نہیں گذری

جس کی بنا پر فتوے کی شکل میں ان کے خلاف کوئی سخت حکم لگایا جاسکے۔

نوٹ۔ اب قاری محمد طیب صاحب کی رائے ملاحظہ فرمایئے،

رسالہ زندگی رامپور ۱۳۷۹ھ بحوالہ فتویٰ دیوبند کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۰

"جہاں تک احقر کی رائے کا تعلق ہے، یہ صحیح نہیں ہے کہ مودودی صاحب کا لٹریچر دیکھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے ممدوح نے اسلامی اجتماعیات کے بارے میں نہایت مفید اور قابل قدر ذخیرہ فراہم کر دیا ہے اس دور خلط و اخلاط اور تلبیس اقتباس میں جس بے جگری سے انھوں نے اسلامی اجتماعیات کا تجزیہ اور تنقیح کر کے جماعتی مسائل کو صاف کیا ہے وہ انھی کا حصہ ہے میں انھیں اسلامی اجتماعیات کا ایک بہترین سیاسی مفکر سمجھتا ہوں۔

نوٹ :۔ مولانا مہدی حسن مفتی دیوبند، مولانا منظور نعمانی مدیر الفرقان، قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے فتاوے آپ کی نظر سے گذرے۔ غالباً یہ بات آپکے ذہن میں ہوگی کہ اسی جماعت اسلامی کے متعلق مولانا حسین احمد ٹانڈوی یہ فتویٰ دے چکے ہیں کہ ارکان جماعت اسلامی جہنمی ہیں۔ یہ جماعت روافض سے بدتر ہے وغیرہ وغیرہ جس کا حوالہ جلد اول میں گذر چکا ہے۔

اب اسی مقام پر مولانا قاسم نانوتوی کے ایک شعر پر علماء دیوبند کا فتویٰ ملاحظہ کیجیے جو فتویٰ لاعلمی میں دیا گیا ہے جسکی اصل کاپی سلطان المناظرین حضرت مولانا محمد حسین صاحب

سنبھلی کے پاس ہے علامہ جلیل مولانا مجیب الاسلام اعظمی کے توسط سے یہ فتوے میں نے حاصل کیا ہے۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک میلاد خواں نے مندرجہ ذیل شعر محفل مولود میں نبی اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں پڑھا شعر

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ ترا اس کی نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

(قصائد قاسمی مصنفہ مولوی قاسم نانوتوی صفحہ ۷، مطبوعہ ساڈھورہ ضلع انبالہ)

سوال میں یہ حوالہ نہیں دیا گیا تھا اب جواب ملاحظہ فرمایئے،

الجواب

(۱) یہ شعر پڑھنا حرام اور کفر ہے اگر یہ سمجھ کر پڑھے کہ اس کا اعتقاد اور پڑھنا کفر ہے تب تو اس کا ایمان باقی نہ رہا اور اگر یہ علم نہ ہو تو اس کا پڑھنا اور اعتقاد کفر ہے یہ شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے اس کو تا بہ مقدور اس حرکت سے روکنا شرعاً لازم ہے

احمد حسن، ۱۵ / شوال ۱۳۶۹ھ۔ سنبھل

(۲) اس شعر کا مفہوم کفر ہے لکھنے والا (یعنی شاعر) اور عقیدہ سے پڑھنے والا خارج از ایمان ہیں۔ ایسے صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں — ظہور الدین سنبھل

(۳) کسی بیہودہ اور جاہل آدمی کا شعر ہے۔ بیوقوف اور بیہودہ لوگ ہی ایسے مضمون سے محظوظ ہوتے ہیں اگر یہ اس کا عقیدہ ہے تو کفر ہے، دیندار آدمی کو اس کے سننے سے بھی احتیاط چاہیئے۔ فقط — سعید احمد سنبھل

(۴) اس شعر کا نعت میں پڑھنا اور لکھنا دونوں کفر ہے — وارث علی عفی عنہ سنبھل

(۵) تینوں حضرات دام ظلہم العالی کے جوابات کی ہیں بالکل موافقت کرتا ہوں

محمد ابراہیم عفی عنہ مدرسۃ الشرع۔ سنبھل

(۶) شعر مذکور اگرچہ نعت میں ہے لیکن حد شریعت سے باہر ہے ایسا شعر نہ کہنے والے کو کہنا اور نہ پڑھنے والے کو پڑھنا جائز ہے یہ غلو اور قبیح ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نمبر ۱۲۱ الف نمبر فتویٰ

مذکور شعر اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں شاعر نے کہا ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ شاعر شرعی اصول سے واقف نہیں ہے شعر میں حد درجہ کا غلو ہے جو اسلامی اصول کے کسی طرح مناسب نہیں ہے شاعر کافر اسوجہ سے نہیں ہو سکتا کہ شعر کا پہلا مصرعہ شرط ہے جو معنی میں اگر کے ہے اور محال چیز کو فرض کر کہا ہے شرط کا وجود محال ہے اسلیے دوسرا مصرع جو بطور جزا کے ہے اس کا مترتب ہونا بھی محال ہے مگر شعر نعت رسول سے بہت گرا ہوا اور رکیک ہے ایسے غلو سے شاعر کو بچنا فرض اور ضروری ہے ایسے اشعار سے آپ کی تعظیم نہیں ہوتی ہے بلکہ توہین کا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے یہ صحیح ہے کہ قرآن کے حکم کے مطابق ابلیس جنت میں نہیں جائیگا مگر اس شعر کے قائل کو کافر نہیں کہہ سکتے کہ اسمیں محال کو فرض کر رکھا ہے جبتک صحیح توجیہ انکے کلام کی ہو سکتی ہو اسوقت تک اس کے قائل کو کافر کہنا جائز نہیں ایسے اشعار مولود میں پڑھنا نہیں چاہیے۔ واللہ اعلم

کتبہ سید مہدی حسن صدر مفتی دارالعلوم، دیوبند

۱۳ ربیع الثانی جمعہ

نمبر ۱۲۹ فتویٰ

شاعر کا مقصد بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے اور وہ فرطِ عقیدت میں سگِ کوچہ نبی کو بھی ابلیس سے بھی برتر ثابت کرنا چاہتا ہے اس کا مقصد ابلیس کو جنتی کہنا نہیں ہے جو ان نصوص کا انکار بھی نہیں اور نہ ابلیس کے جنتی ہونے کا مدعی ہے اس لیے شاعر کو کافر نہ کہا جائیگا البتہ اس شعر سے چونکہ اس قسم کا ایہام ہو سکتا ہے جیسا کہ دوسرا فریق کہتا ہے اور ایہام کفر سے بھی بچنا واجب ہے اسلئے اس شعر کو ہرگز نہ پڑھا جائے اور توبہ کی جائے مگر دوسرے لوگوں کو بھی اسکے کافر کہنے میں احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ التزام کفر اور لزوم کفر میں فرق ہے اور جب کسی قول میں احتمال ادنی الکفر کا بھی ہو سکتا ہے اگرچہ بتاویل ہو تو قائل کو کافر نہ کہا جائے گا۔ واللہ اعلم سعید احمد غفرلہ،

مفتی مظاہر العلوم سہارنپور ۱۵ / صفر ۱۳۷۰ھ

بے گناہوں کو بھی پامال کیے جاتے ہو
پاؤں رکھتے ہو کہاں اور کدھر پڑتا ہے

نوٹ۔ ایک ہی سوال کے جواب میں ناظرین نے بھانت بھانت کی بولی ملاحظہ فرمالی یہ وہ اونٹ ہے جس کا کوئی کل سیدھا نہیں کوئی تو مولوی قاسم نانوتوی کو جاہل اور بیہودہ کہہ رہا ہے کوئی کافر اور فاسق کوئی التزام کفر اور لزوم کفر کی بحث میں الجھا ہے غرضکہ انکے یہاں فتویٰ نویسی کا کوئی معیار ہی نہیں اور یہ سارے فتاوے اس بنیاد پر ہیں کہ کسی کو بھی اسکی خبر نہیں کہ تیر کے نشانے پر کون ہے اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ بانی دار العلوم دیوبند کا شعر ہے تو پھر اس شعر میں نعت نبی کے وہ وہ گوشے نکالے جاتے کہ عالمگیری و شامی کے بجائے دیوانِ غالب و دیوانِ

ذوق کے صفات الٹے جاتے اور اردو شاعری میں اس شعر کو ایک نئے مفہوم کا اضافہ کہا جاتا یہ بھی ایک رہی۔ کفر کے فتاوے خود دیوبند سے دیے جائیں اور بدنام بریلی کو کیا جائے آج بلند بانگ نعروں سے کہا جاتا ہے "کافر کو کافر نہ کہو" حالانکہ یہ کہکر خود آں بدولت نے کافر کہہ دیا یعنی کافر تو ہے مگر کافر کہو مت۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار تک نہیں

سچ جانیئے افتراپردازی اور بہتان تراشی میں تو اس طبقہ نے ریکارڈ توڑ دیا ہے اسوقت مولوی نذیر احمد رحمانی کی ردعقائد بدعیہ میری نظر کے سامنے ہے اس کے بھی چند حوالہ جات ملاحظہ فرمایئے تو یقین آجائے گا کہ دیوبندیت اور غیر مقلدیت آپس میں سوتیلے بھائی بہن ہیں

ردعقائد بدعیہ حصہ اول مرتبہ نذیر احمد رحمانی حمیدیہ برقی مشین پریس بلوا گنج لہریا سرائے دربھنگہ صفحہ ۱۱۲ و صفحہ ۱۱۷

"پس اگر کل نفس سے جملہ افراد کا استغراق مراد ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی موت تسلیم کرنی پڑے گی حالانکہ بریلوی عقائد کے مطابق یہ صحیح نہیں کیونکہ ان کے نزدیک تو آنحضور پر ایک لمحہ کے لیے بھی موت طاری نہیں ہوئی بلکہ آپ "اوٹ" یعنی پردے میں ہو گئے گو ہمارے نزدیک ان کا یہ عقیدہ بھی صحیح نہیں"

نوٹ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ بھری محفل میں علم و دیانت کی آبرو لٹانا یہ انھی حضرات کا کام ہے۔

یہ کیا غضب ہے کہ آنجناب نے بریلوی عقیدے پر چوٹ تو کسی مگر اس کا کوئی حوالہ نہ دے سکے گویا آپ کچھ فرمادیں وہی بریلوی عقیدہ ہو جائے اگر نقد و نظر اور تصنیف تالیف کا یہی طریقہ ہے جو آنجناب نے اختیار کر رکھا ہے تو آئندہ آپ یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ بریلوی عقیدہ میں سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ خاتم النبیین ہیں" پھر ایسے ہی بے پر کی اڑاتے رہئے اور مصنف و مؤلف بن کر اپنی حجارئی میں بیٹھ کر مونچھوں پر تاؤ دیجیے اے کاش آپ کو خدائی باز پرس کا خوف ہوتا اور کبھی یہ سوچ سکتے کہ مرنا ہے اور مر کر خدائے قدیر کی بارگاہ عدالت میں زندگی کا حساب کتاب دینا ہے اگر آج سے پہلے آپ اصول صحافت سے ناآشنا تھے تو اب ہوش و خرد کا دامن تھامئے اور اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اس کا حوالہ دیجیے کہ بریلوی مکتبۂ فکر کی وہ کونسی کتاب ہے جسمیں یہ عقیدہ لکھا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک لمحہ کیلیے بھی موت کا طریان نہیں ہوا بلکہ وہ "اوٹ" یعنی پردہ میں چلے گئے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین" میں نہیں کہہ سکتا کہ "عقائد بدعیہ" یہ کوئی موقر و سنجیدہ کتاب ہے یا بلیک مارکیٹ کرنیوالے تاجر کا بہی کھاتہ، ڈنڈی مارنیے کا بہی کھاتہ تو تاہم غنیمت ہوتا ہے مگر آپکی مایہ ناز تالیف تو اس سے بھی چار قدم آگے ہے چنانچہ عارف باللہ مولانا آسی علیہ الرحمہ کے شعر پر بھی آپنے تنقید فرمائی ہے مگر کتر بیونت کر کے اس کی اصل صورت ہی مسخ کر دی ہے اگر زحمت نہ ہو تو ایکبار "عین المعارف" کا مطالعہ کر لیجیے آپنے تحریر فرمایا ہے۔

ردعقائد بدعیہ صفحہ ۱۷

ع وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر

رحمانی صاحب عین المعارف کا مطالعہ کر کے خدا لگتی بات کہیے کہ کیا آپنے مصرع یوں ہے

؎ دیوان آسی

کو "تھا" سے بدل نہیں دیا۔ اب آپ ہی فرمائیے اس ترمیم کے بعد آپ کی تنقید کا وزن ہی کیا رہ گیا؟

رحمانی صاحب! عبارات میں کتر بیونت کے آپ اس قدر عادی ہیں کہ دوسروں کی بھی تحریر میں آپ کو اپنا ہی عکس نظر آتا ہے چنانچہ آپ صفحہ ۵۸ پر رقمطراز ہیں۔

"الفاظ حدیث کے نقل وحوالہ میں مرادآبادی کی خیانت"

ابھی آپ کے منہ سے دودھ کی بو نہیں گئی اور آپ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے منہ لگنا چاہتے ہیں۔ چادر تو اپنی دیکھ کر پاؤں پھیلانے کی کوشش کرنی چاہیئے

ع دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

رحمانی صاحب! مجھے آپکی اس عبارت پر کوئی شکوہ نہیں ہے تو بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ انبیاء ورسل علماء وصلحاء کی تنقیص تو ہمیں آپ اور آپکی برادری کا اوڑھنا بچھونا ہے جب آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص میں نہیں چوکتے تو پھر آپ صدر الافاضل علیہ الرحمہ کو کیسے بخش سکتے ہیں۔

اگر بھول بیٹھے ہوں تو اپنی ہی کتاب سے ایک عبارت ملاحظہ کیجیے۔

رد عقائد بدعیہ صفحہ ۲۷

یہی وجہ ہے کہ جس قدر جلیل القدر انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں ان کے خاص خاص لقب ہیں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ اور حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ کو روح اللہ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے کہ وہ اشرف انبیاء تھے اپنے لئے عبدیت اور رسالت کا لقب پسند کیا۔"

رحمانی صاحب محض اس خیال کے تحت کہ رسول خدا کو اپنا جیسا بشر ثابت کیا جائے سرکار دو عالم کے مقام عبدیت پر تو آپکی نگاہ پڑ گئی مگر اس واقعہ کو آپ ہضم کر گئے کہ ایکبار صحابہ آپس میں تذکرے کر رہے تھے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ تھے حضرت عیسیٰ روح اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے کہ اچانک اسی محفل میں جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا انا حبیب اللہ میں اللہ کا حبیب ہوں پھر کبھی آپ نے یہ بھی خیال فرمایا کہ سرکار دو عالم نے اپنے لیے عبدیت کا لقب پسند فرمایا تو پھر ایک وہ شخص جو امتی ہونیکا دعویدار ہو اسکو اپنے پیغمبر کی عزت و شان کے اظہار کے لیے کن القاب و خطابات کو اختیار کرنا چاہیے تنقیص رسالت میں اسقدر غلو کے باوجود آپ یہ تحریر فرماتے ہیں۔

رد عقائد بدعیہ۔ صفحہ ۱۵۹

" خدانخواستہ اگر کوئی شخص ہماری ان باتوں کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کی تنقیص و توہین قرار دینے کی کوشش کرے تو یہ اس کی شرارت و خباثت ہوگی "

لوٹ۔ یہ بھی خوب رہی۔ یہ تو شرابیوں اور جواریوں والا لب و لہجہ ہے مثلاً ایک شرابی کہتا ہے جو مجھے شرابی کہے وہ خود شرابی ہے یہی حال آنجناب کا ہے سرکار دو عالم کو گالیاں دیجیے اور بطور اصلاح انکی طرف آپکو توجہ دلائیے تو آنکھیں لال پیلی کرکے خود اسی کو شریر اور خبیث کہیے میں حیران ہوں کہ آپکی ان بھولی بھالی اداؤں کی کہاں تک لشانہ ہی کی جائے عالم تو یہ ہے۔

یہ گیسوؤں کی گھٹائیں لبوں کے میخانے
نگاہ شوق الٰہی کہاں کہاں ٹھہرے

رحمانی صاحب۔ اب اختتام گفتگو پہ اتنی ہی گزارش ہے کہ آئندہ جب بھی کبھی قلم اٹھائیے

اس کا اندازہ کیجیے کہ حوالہ میں جس مکتبہ فکر کی بھی عبارت یا اسکا عقیدہ پیش کیجیے صحت کا پورا پورا خیال
رکھیے "ردّ عقاید بدعیہ" میں جو انداز تحریر آپ نے اختیار کیا ہے وہ نہ صرف میری نگاہ میں بلکہ ہر انصاف
پسند کی نظر میں ناقابل قبول ہوگا۔ افسوس ہے کہ اب اسکا موقع نہیں کہ آپکی جماعتی پوزیشن پر کوئی گفتگو
کیجائے ورنہ میں اسکی وضاحت کرتا کہ غیر مقلدیت کہاں کی پیداوار ہے بس اتنا سمجھ لیجیے کہ آپ حضرات اپنے
جن آقاؤں کی بارگاہ میں حلف وفاداری اٹھا چکے ہیں، اسکے پیش نظر اس قسم کی بہکی بہکی باتوں
کے لکھنے پر مجبور ہیں کون نہیں جانتا کہ ہندوستان کی خارجیت، دیوبندیت، قادیانیت، غیر مقلدیت
سب اسوقت کی یہ پیداوار ہے جبکہ انگریز بہادر نے دلی لال قلعہ پر صلیبی پرچم لہرایا ہے،

فرق اتنا ہے کہ انگریزی سامراج سے پہلے قادیانیت کا تو وجود نہ تھا انگریزوں نے مسلمانوں
میں پھوٹ ڈالنے اور مسئلہ ختم نبوت کو کمزور بنانے کیلیے غلام احمد کو خریدا اور یہ جماعت اسی سہارے آگے
بڑھی، ایسے ہی فرقہ غیر مقلد جو آج اپنے کو اہلحدیث کہتا ہے یہ بھی اسی وقت کی پیداوار ہے چنانچہ
کافی دنوں تک جماعتی طور پر مسئلہ زیر بحث رہا کہ اس نئے فرقے کا نام کیا ہوگا! یہ واضح رہے
کہ نیا نام نئی جماعت ہی کیلیے تلاش کیا جاتا ہے۔ رحمانی صاحب اگر میری باتوں پر اعتماد و بھروسہ نہ ہو تو زحمت
فرماکر ایکبار پھر اپنی تاریخ پیدائش کا جائزہ لیجیے اور یہ فرمائیے کہ ابتداءً آپکی جماعت کا کیا نام تھا؟

ویسے میں آپ کی اس زحمت کو کسی حد تک آسان کیے دیتا ہوں کہ پہلے آپ
لوگ "محمدی" تھے پھر بعد میں اہل حدیث ہو گئے نہیں جانتا کہ مستقبل میں آپ
لوگ اہل حدیث ہی اپنا نام رکھیں گے یا اہل ..... ! البتہ فتنہ خارجیت اسوقت
کی پیداوار تو نہیں ہے مگر اس دبے ہوئے فتنے کو انگریزوں نے ابھارا اور اس کی
قیادت کے لیے مولوی عبدالشکور لکھنوی کا انتخاب عمل میں آیا مناسب
ہوگا اس مقام پر خارجیوں کے امام مولوی عبدالشکور لکھنوی کے بھی کچھ اقوال پیش کردیے

جائیں تاکہ آپ کا اطمینان قلب آپ کو حاصل رہے ۔۔۔ اور یہ یقین ہو سکے کہ ایسی باتیں وہی کہہ سکتا ہے جو اسلام سے رشتہ و ناطہ توڑ کر کسی اور سے اپنا ساز باز کر چکا ہو ملاحظہ فرمایئے

مختصر سیرت نبویہ صفحہ ۲۲ مولانا مولوی عبد الشکور لکھنوی

"لیکن باوجود محاسن عملیہ کے محاسن شرعیہ سے آپ یعنی رسول خدا بالکل بے خبر تھے۔ محاسن شرعیہ کی اصل اصول یعنی ایمان باللہ کی حقیقت بھی آپ نہ جانتے تھے۔

صفحہ ۲۲ اخلاقی محاسن کے تین جز ہیں تہذیب اخلاق، تدبیر منزل سیاست مدن ان تینوں سے یعنی رسول خدا قطعاً و اصلاً بے خبر تھے جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الٰہی کیا چیز ہے۔ اور ایمان کیا چیز ہے۔ تو اور محاسن سے آپ کو کیونکر آگاہی ہو سکتی تھی"

نوٹ۔ ان عبارات کو میں اس قابل ہی نہیں سمجھتا کہ ان پر نقد و نظر کیا جائے یہ عبارت خود ہی پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ میں کسی دشمن رسول کے منہ سے نکلی ہوئی گالیوں کی گندہ تصویر ہوں۔ دو ایک حوالہ جات اور بھی ملاحظہ فرمایئے،

اخبار النجم مورخہ ۱۱ر جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۵ کالم ۳ ایڈیٹر مولوی عبد الشکور لکھنوی

"نبی کریم نے فرمایا انما انا بشر مثلکم میں تمہاری طرح ایک معمولی انسان ہوں اگر تم میں اور مجھ میں فرق ہے تو صرف اتنا کہ میں تمہارے پاس خدائے تعالیٰ کا پیام لایا ہوں۔

نوٹ :۔ قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ دیکھ کر ڈاکٹر اقبال کا ایک شعر یاد آگیا ؎

اس راز کو تو فاش کر اے روح محمدؐ
آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

کیا مجھے کوئی بتا سکتا ہے کہ آیت کے ترجمہ میں جو "معمولی" کہا گیا ہے یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ واحسرتا. قرآن کو آج کھلونا بنا لیا گیا ہے۔ اے دوستو اگر تمہیں یہی کرنا ہے تو محض کہنے کیلئے اپنی گردن میں جو اسلام کا قلادہ ڈال رکھا ہے اس کو بھی اتار پھینکو جو کہنا ہے کھلے بندوں کہو ایسے ہی کب تک اسلام کے جسم پر تم ناسور بن کر رستے رہوگے آخر تمہاری ریشہ دوانیوں کا سلسلہ کب تک جاری رہیگا۔ اگر تم عذاب آخرت کو بھول بیٹھے ہو اور اب تمہیں اپنی ہڈیوں بوٹیوں کے جھلسنے کا احساس تک نہیں رہ گیا ہے تو کم از کم اسلام اور بانیٔ دین اسلام پر ترس کھاؤ۔ آخر تم کس کا فرادا کے شکار ہو گئے ہو، ابھی تو کل ہی کی بات ہے کہ تمہارے باپ دادا رسول خدا کا گن گاتے تھے اور تم ایسے خلف نکلے کہ سید عالم کو ایک معمولی بشر کہتے ہو۔

کاش تمہاری آنکھیں کھلتیں اور ٹھنڈے دل سے اپنی کتابوں پر نظر ثانی کرکے مسلمانوں کے حال زار پر کرم کرتے

مجھے افسوس ہے کہ بات کچھ پھیل گئی میں لکھنوی صاحب کے دریدہ دہنی اور بارگاہ نبوت میں گستاخی کی مثالیں دے رہا تھا۔ دو ایک حوالہ جات اور بھی ملاحظہ فرمائیے،

اخبار النجم جلد نمبر ۱۳ پرچہ نمبر ۱ مورخہ ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۵۳ھ مطابق ۶ جولائی ۱۹۳۴ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۳ سطر ۲۲

تعریف کے تمام افراد اللہ کیلئے ثابت ہیں کس طرح کی تعریف کسی دوسرے کیلئے جائز نہیں، اللہ کی ذات کے سوا کسی کی تعریف کرنا حرام ہے۔

نوٹ۔ ایک مطلق العنان قلم ہے جیسے بےلگام شرابی کی طرح بہکتا جا رہا ہے۔ ناظرین عبارت کے اس ٹکڑے پر خاص دھیان رکھیں گے کسی طرح کی تعریف کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں۔،، لکھنوی صاحب کی یہ داستان کچھ مختصر نہیں بلکہ بہت طویل ہے نہ جانے ایسے کتنے اقوال مردود ہیں مثلاً محمد نے ایک کعبہ بنایا تو شیطان نے اجمیر شریف، دیوا شریف، کلیر شریف، بہرائچ شریف کے روضے بنوائے امام حسن باغی تھے امام حسین کو سید الشہداء کہنا ناجائز وحرام ہے، یزید پلید امام برحق امیر المومنین تھا وغیرہ وغیرہ۔

ع۔ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم ـــــ کا مضمون ہے۔

بات یہ چل رہی تھی کہ قادیانی، خارجی، غیر مقلد، دیوبندی یہ سب ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے ہیں جو ہندوستان کی سرزمین پر انگریز بہادر کے سہارے پنپے ہیں۔ البتہ یہ بات ضرور کہی جائیگی کہ وہابی نام کی تحریک دلی کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے دور میں چور دروازے سے اپنا داخلہ لے رہی تھی جس نے کچھ ہی دنوں بعد غیر مقلدیت اور دیوبندیت کا لبادہ اوڑھ لیا جس کی شہادت میں بہادر شاہ ظفر کا وہ استفتاء جو تاج الفحول حضرت علامہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں آیا تھا پیش کیا جا سکتا ہے سوال وجواب دونوں زبان فارسی میں ہیں ناظرین کی سہولت کے لیے سوال کا خلاصہ اردو زبان میں درج کیا جاتا ہے جواب بہت ہی طویل ہے اسکے بارے میں اتنا کہدینا کافی ہے کہ تاج الفحول حضرت علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو جواب بہادر شاہ ظفر کو عنایت فرمایا تھا علماء بریلی اور علماء بدایوں کا اسی پہ مضمون ہے۔ سوال ملاحظہ فرمایئے۔

اکمل التاریخ از صفحہ ۱۶۵ تا ۱۶۹

استفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع المتین اس شخص کے متعلق جو یہ کہتا ہے کہ دن متعین کر کے محفل مولود شریف منعقد کرنا گناہ کبیرہ ہے اور محفل مولود شریف میں قیام کرنا شرک ہے اور فاتحہ کرنا طعام و شیرینی پر حرام ہے اولیاء اللہ سے مراد چاہنا شرک ہے اور حسب دستور قدیم ختم میں پانچ آیتوں کا پڑھنا بدعت ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا معجزہ حق نہیں ہے اور کہتا ہے تعزیہ کا بالقصد دیکھنا کفر ہے اور ہولی کا دیکھنا اور دسہرے میں سیر کرنا اگرچہ بلا ارادہ ہو تو وہ کافر ہو جائیگا۔ اور اس کی عورت پر طلاق ہو جائیگی اور کعبہ شریف مدینہ منورہ کے خطہ میں کوئی بزرگی نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس زمین میں ظلم ہوا ہے اور سنتے ہیں آیا ہے کہ وہاں کے باشندگان ظالم ہیں مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور مکہ معظمہ میں عبداللہ ابن زبیر کو قتل کیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ سے باہر کیا پس ایسی صورت میں ان لوگوں کی اقتداء اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا یا مسلمانوں کو ان سے بیعت ہونا درست ہے یا نہیں اور شرع شریف کا ایسے لوگوں پر کیا حکم ہے نیز ان کے متبعین پر کیا حکم ہے۔

محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی
ابو ظفر سراج الدین

نقل مہر حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی
بادشاہ دین پناہ وفقہ اللہ لما یحبہ و یرضاہ

؎ قلعۂ معلی میں میلاد، فاتحہ، نیاز، گیارھویں، توشہ، چھٹی جیسے تمام ہی مراسم اہلسنت کا رواج تھا جب ان مراسم پر مولوی اسمٰعیل دہلوی نے شرک و بدعت کے فتاوے دئے تب بہادر شاہ ظفر نے مولانا فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کی خدمت میں استفتاء کیا ۱۲

خلاصہ گفتگو! یہ ہے کہ مذہب اہل سنت کو مٹانے اور کمزور بنانے کیلئے یہ سب جماعتیں انگریزوں کے اشارہ پر عالم وجود میں آئیں چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی جو دیوبندی وہابی غیر مقلد سبھی کے مقتداء و پیشوا ہیں انھیں خود اپنی تقویۃ الایمان کے بارے میں اس امر کا احساس تھا کہ اس کتاب سے انتشار پھیلے گا اور مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہوگا مگر بایں ہمہ کتاب شائع ہوئی اور مسلمانوں کی ایک جہتی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گئی۔

چنانچہ حج کی روانگی سے قبل مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ایک بھرے مجمع میں جو تقریر کی تھی اس کو ملاحظہ فرمایئے۔

باغی ہندوستان صفحہ ۱۱۵

میں جانتا ہوں کہ اس (تقویۃ ایمان) میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں۔ بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی ہیں شرک جلی لکھدیا ہے ہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ شورش ضرور پھیلے گی۔"

نوٹ :۔ اب معاملہ ناظرین کی عدالت میں پیش ہے فیصلہ کرنا آپ ہی حضرات کا کام ہے۔ تقویۃ الایمان پر یہ بدایوں یا بریلی کی تنقید نہیں ہے بلکہ اپنی تصنیف سے متعلق خود مصنف ہی کا اقرار ہے۔

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ تقریر کس قدر سنبھل کر کی گئی ہے اور کتنے جچے تلے الفاظ ڈھونڈے گئے ہونگے مگر اسکے باوجود اپنی مفہوم میں مصنف نے حسب ذیل باتوں کا اقرار کیا ہے

ا ـــــ الفاظ بھی تیز آگئے ہیں لفظ بھی اشارہ کر رہا ہے کہ معنی میں تیزی و تلخی تو ہے ہی مگر الفاظ بھی تیز ہیں۔

۲ـــ بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔

۳ـــ شرک خفی کو شرک جلی لکھ دیا ہے" آخر ش یہ دین میں ٹھیکیداری نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ اسلام اور شریعت سے استہزا و مذاق کی جیتی جاگتی مثال ہے۔

۴ـــ مجھے اندیشہ ہے کہ شورش ضرور پھیلے گی" جس کتاب سے شورش پھیلنے کا اندیشہ ہو اسکو چھاپنا ہی نہیں چاہیے مگر اسی بات سے پوری حقیقت واضح کر دیا اور وہابی مشن کا قلعی بھی کھل گئی انگریزوں کے اشارے پر شورش پھیلانے کیلئے ہی تقویۃ الایمان لکھی گئی ہے یہ وہی تقویۃ الایمان ہے جس کا مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتوے کی بنا پر گھر گھر میں ہونا اور اس کا پڑھنا عین اسلام ہے یہ ہی تو ... جس کتاب سے شورش پھیلا اس کا ہر گھر میں ہونا عین اسلام ہے گویا معاذ اللہ اسلام شورش پھیلانا ہے۔

آج علماء دیوبند گلی گلی کوچہ کوچہ یہ پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ علماء اہل سنت کا کام محض لڑانا و شورش پھیلانا ہے۔

(۵) ایک ... نارمل حالت میں تقویۃ الایمان کو پڑھ کر خود مصنف کے بیان کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنے افتراق بین المسلمین کے بانی خود آنجناب ہیں یا کوئی اور۔ (۹) چنانچہ اس سلسلہ ... مولوی عبدالشاہ خان شیروانی ناظم جمعیۃ العلماء علی گڑھ کا ایک بیان حوالہ میں حاضر کیا جاتا ہے ... سے حقیقت خود بخود بے نقاب ہو جائے گی۔

باغی ہندوستان صفحہ ۱۱۰ و صفحہ ۱۱۶

پس افراط و غلو کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا اسمٰعیل دہلوی کے جذبہ اصلاح اور وعظ و ارشاد کی قدر ہونے پر اپنے پرانے ساتھی بھی (مولانا اسمٰعیل) کی مخالفت کیے بغیر نہ رہ سکے انھیں میں سے علامہ فضل حق خیرآبادی بھی تھے۔ علامہ کی

دور بین لگا ہوں نے تاڑ لیا کہ یہ تو آسمان سے گرا کر کھجور پہ اٹکنا ہوا

تفریط گئی تو افراط پیدا ہو کر رہیگا ایسے موقع پر پہلو تہی اور خاموشی گناہ عظیم ہے

نوٹ:۔ اب وہ حضرات جو حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کی حق پسندی سے برہم ہو کر انھیں مورد طعن و تشنیع قرار دے رہے ہیں اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کی شورش پسندی پر ردشرک و بدعت کا غلاف ڈال کر تقویۃ ایمان کو عین اسلام کہہ رہے ہیں وہ اپنے گیربان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ اپنی روش میں وہ کس حد تک حق بجانب ہیں۔

اے کاش اب بھی علماء دیوبند کو ہوش آتا اور وہ اسلام اور مسلمانوں کے حال زار پر ترس کھاتے آج ان سے یہی مطالبہ ہے کہ تقویۃ ایمان میں جہاں باطل و گمراہ عقیدے ہیں اسی کے ساتھ اس کتاب کا انداز بیان اور لب ولہجہ بھی درست نہیں جس کی بابت خود مصنف کا اقرار ہے۔

لہٰذا ایسی کتاب جس میں الفاظ تیز آگئے ہوں، تشدد ہوا ور شرک خفی کو شرک جلی لکھا گیا ہو اور اس کتاب سے مسلمانوں میں شورش پھیلنے کا اندیشہ ہو اسکی اشاعت ہی نہ ہونی چاہیے مگر یہاں تو نقشہ ہی بدلا ہوا ہے اشاعت کی روک تھام تو درکنار اسی کتاب کو عین اسلام کہکر چھاپا اور بیچا جارہا ہے اور جسقدر تقویۃ ایمان کے اصلاح کا مطالبہ کیا گیا اسی قدر مصنف کی شدت اور بڑھتی گئی۔ چنانچہ مولوی عبدالشاہد خان شیروانی ناظم جمعیۃ علماء علی گڑھ رقمطراز ہیں ملاحظہ فرمائیے

باغی ہندوستان صفحہ ۱۱۴

مسلمانوں کی شدت مخالفت کی بنا پر قدرتی طور پر شاہ صاحب مولوی اسمٰعیل صاحب کا جذبہ اصلاح غلو کی شکل اختیار کر گیا ایک طرف تفریط تھی تو دوسری جانب افراط شاہ اسمٰعیل صاحب

نے مسلمانوں کی ہر غلط روی کو شرک سے تعبیر کرنا شروع کیا

چند سطر بعد۔

وعظ و تبلیغ کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع ہوا پہلے عربی میں پھر اردو میں تقویۃ ایمان لکھی اس میں حد اعتدال سے تجاوز کیا گیا اس کا خود مصنف کو بھی احساس تھا۔

نوٹ۔ مندرجہ بالا عبارت کے حسب ذیل ٹکڑے ناظرین کی توجہ چاہتے ہیں۔

۱۔ شاہ صاحب کا جذبہ اصلاح غلو کی شکل اختیار کر گیا۔"

۲۔ شاہ صاحب نے مسلمانوں کی ہر غلط روی کو شرک سے تعبیر کرنا شروع کیا یعنی فی الواقع وہ باتیں شرک تو نہیں ہیں مگر چونکہ شاہ صاحب کا جذبہ اصلاح غلو کی شکل اختیار کر چکا تھا اس لیے مسلمانوں کا جو فعل بھی ان کے مزاج کے خلاف ہوا اسکو شرک کہدیا گیا۔ اس اندازہ کیلیے یہ بات کافی ہے کہ تقویۃ الایمان کی ہر ہر سطر میں جو شرک بدعت کی قے کی گئی ہے اس کی حقیقت کیا ہے۔

۳۔ تقویۃ ایمان میں حد اعتدال سے تجاوز کیا گیا۔" یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ جو کتاب حد اعتدال سے متجاوز ہو جاتی ہے وہ اپنا وقار اور وزن کھو دیتی ہے۔ وہ کتاب نہیں کہی جاتی بلکہ مصنف کے غم و غصہ قہر و غضب اور گالی گلوچ کا پلندہ سمجھی جاتی ہے۔

۴۔ اس کا خود مصنف کو بھی احساس تھا، یعنی مصنف کی یہ خطا غیر شعوری طور پر نہ تھی بلکہ دیدہ و دانستہ تھی اور یہ بات اہل نظر پر مخفی نہیں کہ ایسی خطا انتہائی مخدوش و خطرناک ہوتی ہے یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ احساس لغزش کے باوجود اگر لغزش کیجائے تو اسکا بھی امکان رہتا ہے کہ اس لغزش پر کوئی خارجی دباؤ پڑ رہا ہے یعنی شاہ اسمٰعیل صاحب کو اسکا احساس تو تھا کہ

اس حد اعتدال سے متجاوز ہو چکا ہوں اور اس کتاب سے شورش پھیلے گی مگر اس کے باوجود وہ اپنی روش نہ بدل سکے محض اس وجہ سے کہ ان پر انگریز بہادر کا دباؤ پڑ رہا تھا کہ میرے حق میں وہی کتاب مفید ہوگی جس سے مسلمانوں میں شورش پھیلے۔ یہ ہے تقویۃ الایمان کا پس منظر نہ تو وہ عین اسلام ہے اور نہ ہی شرک و بدعت میں کوئی قابل قدر تصنیف بلکہ وہ انگریز بہادر سے روپیہ اینٹھنے کی ترکیب بتانے والی ایک کتاب ہے ورنہ رد شرک و بدعت کا جو طریقہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اختیار کیا تھا۔ اسکو خود مولوی قاسم نانوتوی نہ برداشت کر سکے بلکہ اس مذموم طریقے پر انھوں نے بڑی سخت تنقید کرتے ہوئے اظہار تنفر کیا ہے جسکو آپ مصنف سوانح قاسمی کے قلم سے ملاحظہ فرمایئے مگر اس سے پہلے مولوی اسمٰعیل صاحب کے انداز تبلیغ و اصلاح پر ایک شعر سن لیجیے۔

میخانہ سلامت ہے تو ہم سرخی مے سے
تزئین در و بام حرم کرتے رہیں گے

سوانح قاسمی جلد دوم صفحہ ۷۵

"کون نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ کلام اللہ اس طرح من اولہ الی آخرہ اوراق میں لکھا ہوا تھا نہ اس زمانہ میں زبر، زیر، جزم اور تشدید ایجاد ہوئے تھے نہ کتب احادیث یوں تصنیف ہوئیں نہ تدوین کتب فقہ، اصول فقہ اور تفسیر کا دستور تھا۔

طبقہ علماء کی مذکورۂ بالا خدمات یا اسی نوعیت کی جو دوسری چیزیں ہیں سب کو آپ نے اسی مد میں شمار فرمایا ہے

مولوی قاسم نانوتوی،

جو ضمناً وعرضاً ماموربہ ہیں یعنی شریعت کے مطالبات کی تکمیل میں ممد ومعاون ہیں۔

صفحہ ۲۲۔ ایسے ہی علاج قلبی میں بہت سے اُمور ہوتے ہیں کہ وہ صراحتہً ماموربہ نہیں ہوتے ضمناً وعرضاً ماموربہ ہوتے ہیں اس وجہ سے ظاہر میں وہ بدعت معلوم ہوتے ہیں حقیقت میں بدعت نہیں۔

نوٹ۔ اب پتے کی بات سنیے صفحہ ۲۰ و ۲۱

اس زمانہ میں مسلمانوں کے بعض ممالک میں بھی یہ سوال اٹھ کھڑا ہوا تھا کہ اگلی نسلوں کے دین پر اعتماد کرکے پچھلی نسلیں جن باتوں کو مانتی چلی آتی ہیں۔ ضروری ہے کہ ان پر تنقید کیجائے خصوصاً عرب جو مسلمانوں کا دینی مرکز ہے، اس تحریک کا وزن اس کے بعض خاص علاقوں پر غیر معمولی بڑھ رہا تھا نجد کے باشندے اسی علاقہ کے ایک عالم محمد عبدالوہاب اس تحریک کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔ یہی پیچ در پیچ تاثیری اسباب تھے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ سید شہید جس جماعت کو چھوڑ کر احیاء عند ربھم میں قانون کی قدسی صف میں شریک ہوئے تھے۔ اس جماعت کے بعض افراد تطہیر وتزکیہ کے اس عمل میں حدود سے تجاوز کرنے لگے سڑے ہوئے گوشت کے ساتھ لذیذ گوشت پر بھی عمل جراحی کرنے لگے،

بے احتیاطیاں اس حد تک ترقی کر کے پہنچ چکی تھیں کہ مسلمانوں کی دینی زندگی کی شرائین اور شہ رگ تک کوئی نشتر زنی دھمکیاں دینے لگی تھیں اور بقول سیدنا امام الکبیرؒ فیوض قاسمیہ صفحہ ۷۴ علماء دنقہاء جن کو خلاصہ امت کہیئے اس خلاصہ امت کو اپنے عمل جراحی کا تختۂ مشق ان لوگوں نے چاہا کہ بنا لیا جائے گویا اسلام کی سیزدہ سالہ دینی و علمی تاریخ کے سارے اوراق ہی کو ہیانتے تھے کہ بیدردی کے ساتھ پھاڑ دیا جائے الغرض بدعت کے ساتھ ایسی بے شمار چیزوں کو وہ بدعت ٹھہرانے لگے جن کے بدعت ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔"

ع۔ قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

نوٹ۔ اب اس خصوص میں جناب قاری محمد طیب صاحب سے گزارش ہے کہ اگر انھیں علمائے اہلسنت کی باتیں ناگوار خاطر گزرتی ہیں تو کم از کم انھیں اپنے دادا کی نصیحت پر عمل کرنا چاہیے، اور شرک و بدعت سے متعلق جو نظریہ مولوی قاسم نانوتوی نے بیان کیا ہے اسی کو اپنانے کی کوشش کریں۔

فیوض قاسمیہ اور سوانح قاسمی کی جو عبارات پیش کی گئی ہیں یہ خود ان کے گھر کی باتیں ہیں گویا یہ وہ حوالہ جات ہیں جس سے دیوبندی مشنری کے ایک ایک کل پرزے خود ہی ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔

تقویۃ الایمان پر اعتقادو نظر کا ایک اجمالی خاکہ ہے۔ اختتام گفتگو پر اس امر کا اظہار ضروری

عہ مولوی قاسم نانوتوی

ہے کہ بعض علمائے دیوبند نے تقویۃ الایمان کو مولوی اسمٰعیل دہلوی کی طرف منسوب کرنے سے انکار کیا ہے۔

اس سلسلہ میں انتہائی تجسس وتلاش کے بعد مولوی عبدالشکور مرزاپوری کی "التحقیق الجدید علی تصنیف الشہید" مجھے دستیاب ہوسکی جس کا بالاستیعاب میں نے مطالعہ کیا لیکن مصنف نے اثبات مدعا سے متعلق جو طرز استدلال اختیار کیا ہے وہ انتہائی ناپسندیدہ وناقابل قبول ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب خود حلقۂ دیوبند میں بھی مقبول نہ ہوسکی۔ اس پہ اس کتاب پر کسی بھی تبصرے کو طویل عبث سمجھتا ہوں ویسے مصنف نے خود اس امر کا اعتراف بھی کیا ہے میرے شبہات مسائل سے متعلق نہیں ہیں بلکہ مولوی اسمٰعیل کی کتاب ہونے میں شبہ ہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

التحقیق الجدید علی تصنیف الشہید مصنفہ مولوی عبدالشکور مرزاپوری مطبع مجیدی کانپور ص۲

چار کتابوں پر شبہ — جدول کی کتب مطبوعہ مشہورہ میں سے صراط مستقیم

تنویر العینین، ایضاح الحق، خصوصاً تقویۃ الایمان وہ کتابیں ہیں جنکے متعلق شبہات ہیں مگر ان شبہات کا تعلق مسائل سے نہیں بلکہ تاریخ سے ہے جنھیں قلم بند کیے عرصہ گزرا تاہم شائع کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ الخ"

نوٹ۔ اولاً تو خود مصنف نے اپنی پوری کاوش کو شبہ سے تعبیر کیا ہے اور یہ طے ہے کہ یقین کو یقین ہی توڑتا ہے نہ کہ شبہ!

پھر آگے چل کر مصنف کا یہ کہنا کہ کتاب کو قلم بند کیے عرصہ گزرا شائع کرنے کی

ہمت نہ پڑتی تھی جس سے خود ڈھکی چھپی کمزوریوں کا پتہ چلتا ہے اس لیے میری اپنی رائے میں اس کتاب کے اقتباسات پر نقد و نظر کرنا محض صفحات کو سیاہ کرنا ہے۔

میرے خیال میں مولانا سید الزماں صاحب ٹیچر عابدہ ایچ۔ای اسکول مظفرپور نے اپنی کتاب "تعظیم شہ مصطفےٰ" بہ جواب "شہید کی سچی باتیں" مرتبہ مولوی نور محمد ٹانڈوی میں اس عنوان پر کافی روشنی ڈالی ہے جن اہل ذوق کو اس سے زیادہ کی تلاش ہو وہ اسکی طرف رجوع کریں "تعظیم شہ مصطفےٰ" اپنے انداز کی سنجیدہ اور انوکھی کتاب ہے۔

ناظرین نے پچھلے صفحات میں محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تحریک پر مولوی قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کی رائے ملاحظہ فرمائی ہے کہ خود بانی دارالعلوم دیوبند کو اس تحریک سے اتفاق نہ تھا۔

مگر اس کو کیا کہیے کہ اخلاف نے اسلاف سے منہ موڑ لیا ہے اب ان حضرات کو بسا اوقات اپنے بزرگوں کی موافقت اتنی منظور نہیں ہے جسقدر کہ ہماری مخالفت۔

چنانچہ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ "خون کے آنسو" جلداول کی اشاعت پر مولوی ابوالوفا صاحب شاہجہانپوری سے خود دیوبندی مکتبۂ فکر کے ایک فرد نے سوال کیا تو بجائے اسکے کہ مولانا اسکو کوئی معقول جواب دیتے مجھ پر دو چار تبرا کرکے دل کی بھڑاس نکال لی۔

عجب اتفاق کہ سوال میرے فائل میں محفوظ ہے جو محض اس خاطر ہدیہ ناظرین ہے کہ اس سوال ہی کو پڑھ کر یہ فیصلہ کرسکیں گے کہ خون کے آنسو نے خود دیوبندی ذہن و فکر کو کس حد تک متزلزل کیا ہے۔

اس سلسلہ میں ادارۂ پاسبان کو سینکڑوں خطوط موصول ہوئے اور خود مجھے اپنے بیشتر پروگرام میں لوگوں نے ایسے واقعات بتائے کہ "خون کے آنسو" کو پڑھ کر بہت سے

دیوبندیوں نے توبہ کی ہے۔ سوال ملاحظہ فرمایئے۔

بات وہ کہیئے کہ جس بات کے سو پہلو ہوں
کوئی پہلو تو رہے بات بدلنے کے لیئے

روزنامہ "آج" بمبئی جلد نمبر ۱۷، شمارہ نمبر ۲۲۹۔ ۱۰ اگست ۱۹۶۱ء

"مولانا ابوالوفا صاحب شاہجہانپوری سے گذارش"

حضرت مولانا ابوالوفا صاحب شاہ جہان پوری سے گذارش ہے کہ یوں تو ہمیشہ علمائے دیوبند اور رضاخانیوں کا عقائد کے مسئلہ اختلاف رہا اور مناظرہ تک کی نوبت آئی مگر ہم لوگوں نے یہی سمجھا کہ علمائے دیوبند حق بجانب ہیں رضاخانی ضدی ہیں۔ اور زبردستی اپنی بات منوانا چاہتے ہیں مگر حال ہی میں ایک کتاب خون کے آنسو مولوی مشتاق احمد نظامی الہ آبادی نے شائع کی ہے جس میں الجمعیتہ شیخ الاسلام نمبر کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی کا مضمون نقل کیا ہے۔ جو مولانا مدنی کے متعلق ہے اس میں لکھا ہے کہ۔

مولانا مدنی صاحب اللہ تعالیٰ کے روپ میں ہماری خدمت کیا کرتا تھا ہماری گلیوں میں چلا پھرا کرتا تھا اور یہاں تک لکھا ہے کہ تم کبھی تصور بھی کر سکے کہ رب العالمین اپنی کبریائیوں پر پردہ ڈال کے تمہارے گھروں میں بھی آکر رہے گا۔

پہلے تو یہ خیال ہوا کہ یہ بات غلط ہے۔ ایسی بات کوئی انسان عقل والا نہیں کہہ سکتا مگر احباب کے اصرار پر الجمعیتہ شیخ الاسلام نمبر بڑی مشکل سے حاصل کیا گیا دیکھا تو واقعی اس قسم کی عبارت موجود ہے۔ پھر اسے پڑھ کر بڑی شرمندگی ہوئی پھر خیال ہوا کہ مولانا ابو الوفا صاحب عید میلاد البنی میں تشریف لا رہے ہیں بذریعہ اخبار ان سے دریافت کر لیا جائے گا کہ کیا اس مضمون کے خلاف کسی اپنے عالم نے یعنی علماء دیوبند میں سے کسی عالم نے اس تحریر کے خلاف پرچہ نکالا کہ یہ مضمون غلط ہے اور ایسا لکھنا کفر ہے۔

مولانا عبد الرزاق صاحب ملیح آبادی کو توبہ کرنا چاہیئے اور آپ نے بھی اس کے خلاف کوئی مضمون لکھا اور شائع کرایا۔ آپ نے اس مضمون کو دیکھا تو ضرور ہوگا اگر کسی نے بھی علمائے دیوبند سے اس کے خلاف کوئی پرچہ شائع کیا ہو تو برائے کرم ان پرچوں کا حوالہ دیتے ہوئے کسی اخبار میں اول فرصت میں شائع کردیں تاکہ ہم لوگ رضا خانیوں کو جواب دے سکیں ورنہ چلتے پھرتے ہم پر سوال ہوتا ہے اور جلے کسے جاتے ہیں خاموشی سے سن لیتے ہیں اور اس میں ہم نے یہ بھی لکھا دیکھا کہ مولانا حسین احمد صاحب مولانا ابو الوفا صاحب کا پاؤں دبایا کرتے تھے امید ہے کہ آج ہی کل میں اس کا جواب کسی اخبار

میں مرحمت فرماکر ہم سب کو مطمئن فرمائیں گے

فقط آپ کا مخلص

برہان الدین میرٹھی ــــــ"

خوب اُمیدیں بندھی لیکن ہوئیں حرماں نصیب
بدلیاں اٹھیں مگر بجلی گرانے کے لیئے

نوٹ۔ مجھے افسوس ہے کہ عزیزی عبدالرحمان نے بمبئی سے جواب کی کاپی میرے پاس بھیجی تھی مگر وہ فائل میں محفوظ نہ رہ سکی تاہم مجھے اس کی تلاش ہے اگر وہ اخبار مل گیا تو بلاکم وکاست وہ جواب خون کے آنسو جلد سوم میں شائع کر دیا جائے گا غالباً مولانا شاہجہانپوری کے جواب کا آخری ٹکڑا یہ تھا کہ

"مشتاق نظامی اور ان کے بڑکھوں کا یہی کام ہے"

اب اس جواب کی روشنی میں سوال کے چند ٹکڑے ملاحظہ فرمائیں

(۱) پہلے تو یہ خیال ہوا کہ یہ بات غلط ہے ایسی بات کوئی انسان عقل والا نہیں کہہ سکتا

(۲) اسے پڑھ کر شرمندگی ہوئی۔

(۳) کیا کسی دیوبندی عالم نے اس تحریر کیخلاف پرچہ نکالا کہ یہ مضمون غلط ہے۔

(۴) اور ایسا لکھنا کفر ہے۔

اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ میں نے صرف عبدالرزاق ملیح آبادی کا ایک مضمون بطور حوالہ پیش کیا تھا جس کو دیکھکر خود دیوبندی جماعت کے ایک فرد کے یہ تاثرات ہیں کہ یہ بات غلط ہے ایسا کوئی دیوانہ پاگل ہی لکھ سکتا ہے کوئی عقل والا انسان نہیں لکھ سکتا ایسے مضمون کو پڑھکر ہمیں شرمندگی ہوتی ہے یہ مضمون غلط ہے اور ایسا لکھنا کفر ہے۔

یہ بات مشتاق نظامی اور اس کے ہم کھوں نے نہیں کہی بلکہ اکابر دیوبند کی گندہ و کفری عبارات دیکھ کر خود انکی جماعت کا ایک فرد یہ حکم لگاتا ہے۔ یہ سب کچھ کہتے کے ساتھ سائل کتنی سادگی سے یہ بھی کہہ گزرتا ہے کہ

"چلتے پھرتے ہم پر سوال ہوتا ہے اور جملے کسے جاتے ہیں خاموشی سے سن لیتے ہیں۔

کوئی سوچے تو سہی کہ سائل کے ان جملوں سے کتنی بیکسی و بیچارگی ٹپکتی ہے مگر مولانا شاہجہانپوری کو اس کا کچھ بھی احساس نہ ہوا بس یہ کہکر دامن چھڑالیا کہ مشتاق نظامی اور ان کے ہم کھوں کا یہی کام ہے۔

مولانا شاہجہانپوری کے تذکرے سے ایک بات یاد آئی خون کے آنسو جلد اوّل میں بحوالہ تجلی دیوبند ایک مضمون کی اشاعت ہوئی ہے کہ یہ لوگ بہرائچ شریف عرس میں شرکت کرتے ہیں اور نذرانہ میں روپے کے علاوہ قبر شریف کی چادریں بھی اپنے ساتھ لیجاتے ہیں چنانچہ تجلی فروری ۶۲ء کے شمارہ میں مولوی ابوالوفا صاحب شاہجہاں پوری اور مولوی محمد قاسم صاحب شاہجہاں پوری سے متعلق ایک اور مضمون شائع ہوا ہے جو درج ذیل ہے۔

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

تجلی فروری ۶۲ء ص۱۷ سرخی "پیٹ کی باتیں" سوال نمبر ۴۔ از عبدالوحید

"تجلی کے مئی ۶۱ء کے شمارہ میں ہم نے مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی ابوالوفا صاحب شاہجہاں پور کی قبر پرستی اور قول و عمل کے تضاد کے سلسلہ میں کچھ استفسار کیا تھا اور یہ

بحریر کیا تھا کہ ان حضرات کے رویہ سے کچھ لوگ جو راہ راست پر آگئے تھے وہ عالم تذبذب میں پڑ گئے ہیں اس سلسلہ میں آپکے مفصل جواب نے بحمد اللہ ان لوگوں پر بہت اچھا اثر کیا۔ خیال تھا کہ شاید مذکورہ مولوی صاحبان کی آنکھیں بھی کھل جائیں گی اور سو سوا سو روپے کی خاطر اب ضمیر فروشی نہ کریں گے اور دوڑ گا" میں عرس کے موقع پر تشریف نہ لائیں گے مگر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ہم نے یہ دیکھا کہ دونوں حضرات پھر تشریف لائے اور بڑی ڈھٹائی سے پھر وہی سب باتیں کیں جو سال گذشتہ میں کی تھیں ان کے رویہ کو دیکھکر ایک بریلوی مولوی صاحب نے کہا کہ لوگ مزاروں پر مرغا مینڈھا وغیرہ چڑھاتے ہیں ہم نے بھینسا چڑھا دیا۔ یہ اشارہ مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف تھا افسوس ہے شہر کے خوش عقیدہ حضرات کے جذبات ہر دو مولوی صاحبان کی طرف سے بہت برگشتہ ہو گئے۔ چنانچہ ایک اشتہار عرس کے موقع پر شائع ہوا تھا جس میں مولوی صاحب مذکور سے کچھ سوالات کیے گئے تھے۔ یہ اشتہار عین اسوقت تقسیم ہوئے جب مولوی محمد قاسم صاحب تقریر کرنے بیٹھے اشتہار خود انکے ہاتھ میں دیا گیا مگر مولوی صاحب نہایت صفائی کے ساتھ اسکو پی گئے، ایک بھی سوال کے جواب دینے کی زحمت گوارہ نہیں فرمائی اور نہایت اطمینان کے ساتھ اپنا نذرانہ اور تبرکات لیکر

چلے گئے اشتہار مذکورہ بالا پر تبصرہ ارسال خدمت ہے۔

منہ کھلے خم کا نہ واعظ قلقل مینا کے بعد
میکدے میں طول اتنا تو نہ دے تقریر کو

الجواب نمبر۲ آپ کے مرسلہ پمفلٹ کو نقل کر کے اس پر تبصرہ کرنا سوائے طول لاحاصل کے اور کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔ قد تبین الرشد من الغی۔ اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے یہ واضح ہو چکا لیکن نفس امارہ کے پائے سرکش میں بیڑیاں ڈالنا دلائل کے بس سے باہر ہے۔

فی الحقیقت آپ کے خط میں کوئی بات جواب طلب ہی نہیں لیکن اسے صرف عبرت کے لیے نقل کر دیا ہے۔ ہاں یہ سن لیجیے کہ قبوری شریعت کے ناپاک ہنگاموں کی حرمت کا دیوبندی مسلک کی طرف اور ان کے جواز و استحسان کا بریلی کی طرف منسوب ہو جانا محض ایک اصطلاحی بات ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ طویل الذیل مسئلہ کسی گروہی مسلک سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ تو دین کے اساسی امور میں شامل ہے قبروں پہ میلے لگانا حرام ہے۔ مردہ بزرگوں سے مدد چاہنا شرک ہے گانا بجانا زندقہ ہے۔ غیر اللہ کی نذر و نیاز بدعت و معصیت ہے۔ یہ سب دیوبندیوں کا مسلک نہیں بلکہ قرآن کا فیصلہ اور حدیث کا فرمان ہے سب اللہ اور

رسول کا واضح فرمودہ ہے۔ دیوبندیوں نے اس کے آگے
سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اس لیے یہ ان کا مسلک قرار دیا گیا اور بریلویوں
نے اسے نفسانی و شیطانی رجحانات کی رو میں بہا دیا اس لیے
ان کا مسلک جواز و استحسان ٹھہرایا گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے
کہ مسلک و سلک کا ان مسائل میں کوئی سوال ہی نہیں یہ تو
صریح حق و باطل کا مقابلہ ہے۔ ایک طرف توحید ہے دوسری
طرف شرک و بدعت، ایک طرف عبدیت ہے اور دوسری
زندقہ، ایک طرف قرآن و سنت ہیں اور دوسری طرف ذہنی
مبالغہ، خیالی پروازیں، ضعیف، اعتقاد اور غلو در غلو ایک
طرف من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ کا یقین
محکم ہے کہ اور دوسری طرف عیسیٰ ابن مریم سید ابن
اللہ" والا فاسد ذہن مولوی محمد قاسم اور مولوی ابوالوفا صاحبان
اگر خود کو دیوبندی المسلک کہتے ہیں اور پھر بھی قبوری شریعت
کے ہنگاموں میں شریک ہو کر کچھ پیسے کما لیتے ہیں تو یہ کوئی عجیب
بات نہیں۔ جمعیۃ العلماء کے اعیان و اکابر تصویر کشی حرام بتلاتے
ہیں لیکن ان کا آرگن روزنامہ الجمعیۃ دھڑلے سے تصویریں
شائع کرتا ہے نہ کرے تو اس کا کہنا ہے کہ اخبار نہ چلے
اسی طرح کتنے ہی مسلمان رشوت لیتے ہیں، شراب پیتے ہیں
جوا کھیلتے ہیں، زنا کرتے ہیں اگر مذکورہ بالا دونوں مولوی صاحبان

ہی اس گرانی کے دور میں مالی منفعت کی خاطر تھوڑا اسا تقیہ
کر گزرتے ہیں تو اس میں تعجب اور تشویش کی کیا بات ہے
جہاں تک اس طرح کے سوالات کا تعلق ہے کہ آخرت میں
ایسے نفاق اور تقیہ کا کیا انجام ہوگا - دنیا میں لوگ کیا کہیں گے
اور برادرانِ ملت پر ان حرکتوں کا کیا اثر پڑے گا تو خوب سمجھ
لیجیے کہ ان سوالات کی گرفت عرصہ ہوا علماء کے دل و دماغ
سے ڈھیل ہو چکی (الا ماشاءاللہ) اگر یہ گرفت ڈھیل نہ ہوتی
تو امت مسلمہ آج اس انجام کو پہنچی ہوئی نہ ہوتی - اگر کوئی آلہ
ایسا ہوتا جو بتا سکتا کہ فلاں شخص کے قلب میں خدا اور حسابِ
آخرت کا خوف کس مقدار میں ہے - تو یقین کیجیے، عجیب
عجیب انکشافات سامنے آتے کتنے ہی ایسے لوگوں کے
بارے میں جنھیں ہم دنیا دار ناقابلِ التفات سمجھتے ہیں - یہ آلہ
بتاتا کہ ان کے دلوں میں خوفِ آخرت کی وافی مقدار موجود ہے
اور کتنے ہی ایسے بزرگوں کے بارے میں جن کے متعلق عام خیال
یہ ہے کہ ان کے نچوڑے ہوئے دامن سے فرشتے وضو کرتے
ہیں - یہ آلہ انکشاف کرتا کہ وہاں خوفِ آخرت کے نام کی
کوئی چیز سرے سے موجود ہی نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ
غرور زہد ہے، کبر عبدیت ہے یا پھر گہرا النفاق ہے - حل
جواب یہ ہے کہ کھانے کمانے دیجیے، ان لوگوں کو جو جی بھر کے

دنیا کمانا چاہتے ہیں۔ عامر عثمانی دلیل کو دلیل سے توڑ سکتا ہے۔ لیکن کسی دیوبندی مولوی کو عرسوں میں جانے اور نذر و نیاز وصول کرنے سے نہیں روک سکتا یہ تو اس درّۂ فاروقی کا کام ہے جو نہ جانے اب کب آئے گا"

کل میاں حجام سب کا مونڈتے پھرتے تھے سر
آج اس کوچہ میں ان کی حجامت بھی ہو گئی

نوٹ:۔ چاہیے تو یہ تھا کہ میں مندرجہ بالا مضمون کا اقتباس حاضر کر دیتا لیکن بالقصد و بالارادہ میں نے پورے مضمون کو من و عن شائع کر دیا تاکہ بیک وقت تصویر کے دونوں رُخ سامنے آجائیں مضمون بالا سے اگر ایک طرف مولوی ابوالوفا[1] اور مولوی محمد قاسم[2] کی دو رخی پالیسی بے نقاب ہوتی ہے تو اسی کے ساتھ ساتھ اعراس کو مٹانے اور حرمت اولیاء کو ختم کرنے کی منصوبہ بندی بھی سامنے آجاتی ہے۔

کاش! اب بھی ہماری جماعت کے بعض وہ افراد جو ردّ وہابیہ سے گریز کرتے ہیں یا تردیدی تقریر و تحریر سے چیں بہ جبیں ہوتے ہیں وہ ٹھنڈے دل سے غور کرتے کہ وہ اپنی روش میں کس حد تک حق بجانب ہیں۔ ہمارے مخالف کیمپ سے ہر وقت ایٹمی دھماکے کی آواز آ رہی ہے اور آپ ہمیں ترکش تک سنبھالنے کی اجازت نہیں دیتے۔
واضح رہے کہ جس طرح ایک ملک میں سپاہیوں اور فوجی دستوں کا جال بچھا رہتا ہے جس کا کام یہ ہے کہ ملک کے داخلی اور خارجی حملوں کی روک تھام کرے تاکہ ملک

---

[1] گنگا رام [2] جمنا داس

کے نظامِ عمل میں کوئی رخنہ واقع نہ ہو سکے۔ ایسے ہی ایک جماعت کو بھی ایسے افراد کی ضرورت پڑتی ہے جو جماعت کے داخلی یا خارجی فتنوں کی مدافعت کے لیے ہمہ وقت سینہ سپر رہیں۔ ورنہ ایسی جماعت ہواؤں کے دوش پر ہوتی ہے نہ تو وہ داخلی فتنوں کا سدِ باب کر سکتی ہے اور نہ ہی خارجی حملے کی تاب لا سکتی ہے۔ اگر ملک کا تاجر طبقہ فوجیوں کے دوش بدوش نہیں کھڑا ہوتا تو کم از کم ان کی عمدہ کارگزاریوں کی تحسین ضرور کرتا ہے ورنہ وہ ملک کا باغی قرار پاتا ہے۔

ایسے ہی جماعت کا وہ طبقہ جو مخالف گروہ سے ٹکر نہیں لیتا تو کم از کم اسے زبان و قلم کی جنگ کرنے والوں کے خلاف زہر بھی نہیں اگلنا چاہیے ورنہ میرے خیال میں ایسے لوگ ان کھلے ہوئے دشمنوں سے کہیں زیادہ خطرناک اور زہر ہلاہل ہیں۔ نہ جانے یہ مارِ آستین کب اور کہاں ڈس لے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے اس کے سوا اور کیا کہا جائے۔

رنگت ہے، نزاکت ہے، لطافت ہے مگر حیف!
اک بوئے وفا یہ گلِ رعنا نہیں رکھتے!!

بظاہر یہ چند سطریں موضوعِ کتاب سے باہر معلوم ہوتی ہیں لیکن خون کے آنسو کا مقصد جہاں یہ ہے کہ دیوبندی عقائد کو پیش کر کے دشمن کو اصل وضع قطع میں سامنے کھڑا کر دیا جائے تو ان دوست نما دشمنوں کے چہرے سے اگر نقاب اٹھا دی گئی تو کیا مضائقہ!

سنا کرتے ہیں پہروں دل لگا کر میری چشیون کو
سخن سنجی سکھاتا ہوں نوا سنجانِ گلشن کو

بات یہ چل رہی تھی کہ بسا اوقات علماءِ دیوبندی مخالفت کے غلو میں اپنے اکابر سے بھی منہ موڑ لیتے ہیں جس کی زندہ مثال حسبِ ذیل حوالے میں ملاحظہ فرمایئے۔

ملفوظات اشرف العلوم بابت ماہ رمضان ۱۳۵۵ھ ص ۸۸

"فرمایا حاجی محمد علی انبیٹھوی کلیر شریف سے واپس آئے تو کہا کہ حضرت حاجی نے مجھکو سماع کی اجازت دی ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے اور بہت بڑا مجمع تھا۔ مولانا رح سے اس کا ذکر کیا گیا، فرمایا محمد علی غلط کہتا ہے اور اگر یہ صحیح کہتا ہے تو حاجی صاحب (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی") غلط کہتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحب مفتی نہیں ہیں۔ یہ مسائل حضرت حاجی صاحب کو ہم سے پوچھنے چاہئیں۔

شعر۔ کچھ طرز ستم بھی ہیں کچھ انداز وفا بھی!
کھلتا نہیں حال ان کی طبیعت کا ذرا بھی

نوٹ :۔ یہ ہیں علمائے دیوبند کے قطب عالم، مربی خلائق مولانا رشید احمد گنگوہی جنہوں نے گواخود شریعت کی بنیاد ڈالی ہے کہ پیر کو مرید سے مسئلہ دریافت کرنا چاہیے۔

میرے استاذ محترم مرشد برحق مجاہد ملت مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ لسبا اوقات فرماتے ہیں کہ جو شاگرد استاذ سے چون وچرا نہ کرے اور جو مرید اپنے پیر سے چون وچرا کرے دونوں ناقص ہیں۔

استاذی وشاگردی میں قیل وقال کی گنجائش ہے لیکن پیری مریدی میں تو بے کہے اشارے پر چلنا پڑتا ہے۔ بلبل شیراز حضرت حافظ علیہ الرحمہ نے کتنے پتے کی بات کہی ہے ؎

شعر
بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں خواہی
کہ سالک بیخبر نہ بود ز رسم و راہ منزلہا

اب جبکہ دیوبندیوں کے روحانی دادا حضرت امداد اللہ مہاجر مکی کا تذکرہ آ ہی گیا ہے تو ان کی مشہور و معروف تالیف "فیصلہ ہفت مسئلہ" سے چند ایسے حوالے حاضر کر دیے جائیں جس سے یہ صحیح اندازہ ہو جائے کہ پیر کچھ کہتا ہے اور مرید کچھ۔

شعر
مجھ سے بھی ہے اقرار عدو سے بھی ہے وعدہ
کیا جانے کہاں جائیں گے نیت کدھر کی ہے

فیصلہ ہفت مسئلہ مؤلفہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی صفحہ ۱۰

"ملائکہ کا درود شریف حضور اقدس میں پہنچانا احادیث سے ثابت ہے اس اعتقاد سے کوئی شخص الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہے کچھ مضائقہ نہیں۔"

نوٹ:۔ پیر کی نگاہ میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ درست ہے، مگر مریدوں کی شریعت میں شرک و بدعت۔

فیصلہ ہفت مسئلہ صہ ۸

"لفظ عرس اس حدیث سے ہے "نم کنومۃ العروس" یعنی بندہ صالح سے کہا جاتا ہے کہ عروس کی طرح آرام کر کیونکہ موت مقبولانِ الٰہی کے حق میں وصال محبوب حقیقی ہے اس سے بڑھ کر کون عروس ہوگی۔ چونکہ ایصالِ ثواب بروحِ اموات مستحسن ہے خصوصاً جن بزرگوں سے فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں

ان کا زیادہ حق ہے اور ہر اپنے پیر بھائی سے ملنا موجب
ازدیاد محبت و تزائد برکات ہے۔ نیز طالبوں کا یہ فائدہ
ہے کہ پیر کی تلاش میں مشقت نہیں ہوتی، بہت سے مشائخ
رونق افروز ہوتے ہیں اس میں جس سے عقیدت ہو، اس
کی غلامی اختیار کرے۔ اس لئے مقصود ایجاد رسم عرس سے
یہ تھا کہ سب سلسلہ کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہوجائیں باہم
ملاقات بھی ہوجائے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن وطعام
کا ثواب بھی پہنچایا جائے، یہ مصلحت ہے تعین یوم میں"۔

اسی صفحہ پر آگے چل کر فرماتے ہیں:
"پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً واجتماعاً دونوں طرح
جائز اور ایصال ثواب قرات وطعام بھی جائز اور تعین تاریخ
بہ مصلحت بھی جائز سب مل کر بھی جائز رہا"۔

نوٹ:۔ پیر و مرشد کی نظر میں عرس، تعین یوم، قرآن وطعام کا ایصال ثواب، یہ ساری
باتیں جائز و درست ہیں مگر مریدین کی خود شریعت میں یہ ساری باتیں ناجائز، حرام، شرک و
بدعت ہیں، جہاں جہاں مالی منفعت یا سیاسی تقاضے وہاں سب جائز ہے

شعر
سیاست میں کبھی داخل ریاست میں کبھی شامل
ہمارا مولوی بھی فی المثل تھالی کا بینگن ہے

فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ ۶
"نفس ایصال ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں"۔

فیصلہ ہفت مسئلہ صد۲؎

"پس یہ ہیئت مروجہ ایصال ثواب کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں اور گیارہویں غوث پاک قدس سرہ، کی دسواں، بیسواں، چہلم، ششماہی، سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ و حلوائے شب برأت اور دیگر طریق ایصال ثواب کے قاعدے پر مبنی ہیں اور مشرب فقیر کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ فقیر پابند اس ہیئت کا نہیں ہے مگر کرنے والوں پر انکار نہیں کرتا۔"

نوٹ:۔ پیرو مرشد کی خانقاہ میں سوئم، دسواں، بیسواں، چہلم، سالیانہ، شب برأت، غوث پاک کی گیارھویں اور حضرت مخدوم شیخ عبدالحق ردولوی کا توشہ، حضرت بوعلی شاہ قلندر کی سہ منی وغیرہ سبھی درست ہیں۔

لیکن مطاع عالم قطب عالم، مربی خلائق جناب گنگوہی اور ان کے متبعین کی کوا کھوہ شریعت میں یہ ساری باتیں شرک و بدعت، ناجائز و حرام ہیں۔

البتہ اگر چرا چھپا کر فاتحہ کی یہ تمام چیزیں کھانے کو مل جائیں تو طیب و طاہر ہیں۔

شعر:۔ ریاض توبہ نہ ٹوٹے نہ میکدہ چھوٹے
زباں کا پاس رہے وضع کا نباہ رہے

فیصلہ ہفت مسئلہ صد۳؎

"پہلا مسئلہ مولود شریف کا اس میں تو کسی کو کلام ہی نہیں کہ نفس ذکر تلاوت شریف حضرت فخر آدم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

موجب خیرات و برکات دنیوی و اخروی ہے''

فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ ۵

''اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں''

نوٹ:۔ یہ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ بولتا معجزہ نہیں تو اور کیا؟ پیر و مرشد نہ صرف میلاد و قیام کے قائل بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال محفل میلاد شریف منعقد کرتے ہیں اور کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں لطف و لذت محسوس کرتے ہیں۔ جیسا کہ عام اہل اللہ کا دستور رہا اور ہے ویسے ہی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بھی اس پر عامل و پابند رہے۔ مگر یہ سارے مراسم دیوبند کی چہار دیواری تک پہنچتے پہنچتے اسراف، فضول خرچ، نمائش، رسم بن کر شرک و بدعت کی نذر ہو گئے۔ حالانکہ یہ وہی دیوبند ہے جو اپنے ایک مہمان کے ناشتہ میں دس ہزار کی رقم خرچ کرتا ہے ملاحظہ کیجئے تجلی دیوبند۔

ع ''پنبہ کجا کجا نہم تن ہمہ داغ داغ شد'' کا مضمون ہے۔

آج تقدیس و اتباع شریعت کے نام پر قوم کو لوٹا جا رہا ہے۔ کھوپڑی ہوتی ہو مونچھیں صاف، پیشانی پر کالا داغ، ہاتھ میں تسبیح، پاجامہ کے بجائے لانبا نیکر اور اگر رضا کاروں کی صف میں شامل ہو گئے تو سر پر چنے کی گٹھری اور بغل میں ستو، زبان پر کلمہ مگر نرخرے سے نیچے نہیں اترتا، صورت سے شیخ نجدی کے سوتیلے بھائی معلوم ہوں اور سیرت میں اس کے بھی چچا۔ ان لوگوں کا حال بالکل ان دو مسخروں کی طرح ہے کہ ایک مسخرے نے اپنے ساتھی سے کہا اجی تم ہمیں اور ہمارے خاندان والوں کو نہیں پہچانتے، ہمارے باپ دادا نے

وہ وہ کر دکھایا کہ جس کو تم بھی سن کر حیران ہو جاؤ گے۔"

اس کے ساتھی نے کہا "ارے بھئی کچھ سناؤ تو سہی۔"

مسخرہ بولا" ہم اپنے خاندان والوں سے سنتے چلے آتے ہیں کہ ہمارے لکڑ دادا نے ایک مکان بنوایا تھا، جس کا صحن اتنا بڑا تھا کہ ایک تیز رفتار گھوڑا صحن کے مشرقی حصے سے صحن کے مغربی حصے کی طرف چلتا اور ساری عمر چلتے چلتے مرجاتا مگر صحن کے اس سرے سے اس سرے تک پہنچ نہ پاتا۔"

یہ سنتے ہی اس کے ساتھی نے کہا "تم جھوٹ اور بالکل جھوٹ کہتے ہو۔ پھر بھی یہ کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں۔ البتہ ہم نے اپنے خاندان کی ایک روایت سنی ہے کہ ہمارے لکڑ دادا نے "بانس" کے سارے جنگلات کو کٹوا کر ایک بانس کو دوسرے میں، دوسرے کو تیسرے میں تیسرے کو چوتھے میں غرضیکہ ایسے ہی سارے بانس کو جڑواتے چلے گئے بالآخر وہ اتنا لمبا ہو گیا کہ جب کبھی قحط پڑتا، بارش نہ ہوتی تو ہمارے لکڑ دادا کسی بدلی کو اسی بانس سے کھود دیتے اور جھما جھم بارش ہو جاتی۔ تو اس کے ساتھی نے کہا۔ تم تو بالکل ہی جھوٹ کہتے ہو، کہیں اتنا بڑا بانس تیار کیا جا سکتا ہے۔ آخر تم اس کو رکھتے کہاں تھے تو جھٹ اس کے ساتھی نے کہا۔ اسی مکان کے صحن میں جس کو تمہارے لکڑ دادا نے بنوایا تھا۔ تو فوراً اس نے کہا۔ تب تو بالکل صحیح ہے۔

شعر۔ کرے گا ہمسری کیا عشق میں کوئی بھلا میری
کہ چلمیں رات دن بھرتا تھا مجنوں کا چچا میری

دیکھا آپ نے یہ اُلجھا ہوا مسئلہ کس قدر آسانی سے حل ہو گیا جب ایک نے اتنے بڑے صحن کو مان لیا تو دوسرے نے بارش برسانے والا بانس بھی تسلیم کر لیا۔ بحث واقعہ کی

نہیں تھی بلکہ شخص و افراد کی تھی۔ بالکل یہی حال علماء دیوبند کا ہے۔ اگر کبھی کرامت کی نسبت غوث پاک، غریب نواز کی طرف کیجئے تو جھٹ سے انکار کے لئے ڈھائی تولہ کا سر گردش میں آجائے گا اور ڈھائی گز کی زبان باہر نکل آئے گی لیکن اگر اسی کرامت کی نسبت مولانا تھانوی کے والد اور مولانا ٹانڈوی کے دادا کی طرف کر دیجئے تو اپنی جگہ چھوڑ کر آپ سے قریب آجائیں گے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑے معصوم و بھولے بنکر ارشاد فرمائیں گے۔ ارے صاحب ان بزرگوں کا کیا کہنا، وہ اللہ والے تھے ان کا مرتبہ تو اس سے بھی زیادہ بلند تھا جتنا کہ ہم اور آپ سمجھ رہے ہیں۔ مولانا گنگوہی قطب عالم و مُربی خلائق تھے، مولانا نانوتوی انسانی روپ میں فرشتہ تھے اور کیا کہنا ہمارے حکیم الامت کا وہ تو اپنے دور کے پیغمبر و رسول تھے اور کچھ نہ پوچھئے، مولانا ٹانڈوی کے متعلق اللہ تعالیٰ اپنی کبریائی پہ پردہ ڈال کر اتر آیا تھا۔ حالانکہ حال یہ ہے۔

شعر۔
رات شیطاں کو خواب میں دیکھا
ساری صورت جناب کی سی تھی

دوستو! یہ دنیا کا اصول ہے کہ انسان اپنے بزرگوں کی بڑائی بیان کرنے میں لطف و لذت محسوس کرتا ہے۔ یہ ایک فطری تقاضا ہے جس پہ نہ کوئی پہرہ بٹھایا جاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی بند باندھا جاسکتا ہے سوچو تو سہی یہ اللہ کا کیسا فضل عظیم ہے کہ علمائے دیوبند اپنے خانہ ساز پیروں کی تعریف میں زبان و قلم گھس رہے ہیں اور علماء اہلسنت اس کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں جو خلاصہ کائنات اور محبوب خدا ہیں اب اسی ضمن میں اپنے بزرگوں کی بارگاہ میں علماء دیوبند کی عقیدت کیشی کے چند ایسے حوالہ جات ملاحظہ فرمایئے جس سے آپ کو ان کی ذہنیت اور بدعقیدگی کا

صحیح اندازہ ہو سکے۔

اشرف السوانح حصہ اول مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ صفحہ ۲۶

"ایک خواب کا تذکرہ کرتے ہوئے۔ حضرت والا نے خواب دیکھا کہ حضرت والا کو ایک بزرگ نے اور ایک دنیاوی حاکم نے دو متفرق تحریریں لکھ کر دیں اور دونوں میں یہ لکھا تھا کہ ہم نے تم کو عزت دی۔ ایک پر تو چاروں طرف حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی مہر لگی ہوئی تھی اور وہ صاف پڑھی جاتی تھی اور دوسری مہر کے حروف پڑھے نہ جاتے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ تعبیر دیکھی کہ تمہیں انشاء اللہ تعالیٰ دین اور دنیا دونوں کی عزت ملے گی۔"

نوٹ۔ میں خون کے آنسو جلد اول میں اس کی طرف اشارہ کر چکا ہوں کہ یہ بھی ایک عجیب حادثہ ہے کہ علماء دیوبند اپنے اکابر کے جس قدر بھی بزرگی و کرامات کا تذکرہ کرتے ہیں وہ سب براہ خواب ہی نمودار ہوتی ہیں۔

اشرف السوانح کی دو ایک اور روایت ملاحظہ فرمایئے جس سے ان کے غلو محبت کا اندازہ ہو سکے گا۔

اشرف السوانح حصہ اول صفحہ ۱۲۴ و ۱۲۵

"حضرت حافظ احمد حسین شاہجہانپوری جو باوجود شاہجہانپور کے بڑے رئیس ہونے کے صاحب سلسلہ بزرگ تھے حضرت والا

سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ایک بار کسی کے لئے بد دعا کی
تو وہ شخص دفعتہً مر گیا۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنی کرامت سے
خوش ہوتے بڑے اور بذریعہ تحریر حضرت والا سے مسئلہ پوچھا
کہ مجھے قتل کا گناہ تو نہیں ہوا۔ حضرت والا نے مفصل جواب دیا
جس سے ان کی پوری تشفی ہو گئی۔ خلاصہ جواب کا یہ تھا کہ اگر آپ
میں قوت تصرف ہے اور بد دعا کرنے کے وقت اپنے اس
قوت سے کام لیا تھا کہ یہ شخص مر جائے تب تو قتل کا گناہ ہوا
اور چونکہ نذر شبہ عامد ہے اس لئے دیت اور کفارہ واجب
ہو گا۔،،

ع۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

نوٹ۔ پہلے خواب کا مقصد یہ تھا کہ اپنے شیخ کے لئے دین و دنیا کی عزت ثابت کی
جائے اور دوسری روایت سے یہ ثابت کرنا ہے کہ جب حکیم الامت کے خدام ایسے صاحب تصرف تھے۔
کہ اگر کسی کو بد دعا دیں تو وہ دفعتہً مر جائے۔ پھر حکیم الامت کی قوت تصرف کا کیا عالم ہو گا۔
اب اشرف السوانح کی تیسری روایت ملاحظہ فرما کر علمائے دیوبند کی چوتھی
پالیسی کا جائزہ لیجئے۔

شعر۔ حدود کوچہ محبوب ہیں وہیں سے شروع
جہاں سے پڑنے لگے پاؤں ڈگمگاتے ہوتے

اشرف السوانح حصہ اول صہ ۱۲

دو تھانوی صاحب کے پردادا کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوتے!

پر دادا صاحب تو کیرانہ اور شاملی کے درمیان جہاں پختہ سڑک
ہے شہید ہوئے اور وہیں پر سماء الدین صاحب کے مزار کے پاس
دفن کئے گئے اور شروع میں بہت عرصے تک ان کا عرس بھی
ہوتا رہا۔

چند سطر بعد۔ شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے
گھر مثل زندہ کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی
لاکر دی اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کروگی تو اسی طرح روزانہ
آیا کریں گے۔ لیکن ان کے گھر والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے
جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ
کریں اس لئے ظاہر کر دیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے۔ یہ
واقعہ خاندان میں مشہور ہے ،،

شعر۔ جادو ہے یا طلسم تمہاری زبان میں
تم جھوٹ کہہ رہے ہو مجھے اعتبار ہے

نوٹ۔ اس کو تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ مٹھائی کون لاتا تھا اور کس ساز باز کے تحت لاتا
تھا جس کو کرامت و بزرگی کا رنگ دیا جا رہا ہے یہ بھی بدنامی سے بچانے کا ایک نیا راستہ
ہے! لیکن اب ان مٹھائی کھانے والوں سے کوئی دریافت کرے کہ تمہارے گھر کا کوئی فرد
شہید ہو جائے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے، چلتا پھرتا ہے بلکہ وہ بچوں کے لئے مٹھائی بھی لاتا
ہے مگر کیا نقص رہ گیا تھا سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت میں کہ آج ان کی
قبر کو مٹی کا ڈھیر کہا جاتا ہے اور آستانہ بہرائچ پر جانے والوں کو مشرک و بدعتی ؟

شعر۔ مرے دل کو توڑو پر اتنا سمجھ لو
که برباد ہوگا یہ کاشانہ کس کا

اگر سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات و زندگی سے آپ کو انکار ہوگا تو پھر تھانہ بھون کے شہیدوں کا آپ کس طرح گن گا سکیں گے؟

یا للعجب واحسرتاہ!

شعر۔ ایک ہنگامۂ محشر ہو تو اس کو بھولوں
سیکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

داد دیجئے انگریز بہادر کو کہ وہ نہ جانے علمائے دیوبند کو افیون کی سی گولی کھلا گیا کہ آج تک اس کا نشہ اتر ہی نہ سکا۔ دو چار کتابیں، دس پانچ عبارتیں ہوتیں تو امتداد زمانہ انہیں خود ہی مٹا دیتا اور اختلافات کی نہریں دھیرے دھیرے خود ہی پٹ جاتیں۔ مگر یہاں تو قوم مسلم کی تباہی و دل آزاری کے لئے قدم قدم پر خیمے نصیب ہیں۔ ایک حفظ الایمان و تقویۃ الایمان ہی کا رونا نہیں ہے بلکہ اس گروہ نے جب بھی قلم اٹھایا تو قوم مسلم ہی کو تختۂ مشق بنایا۔ کبھی رسول کریم کو گالیاں دے کر ہمیں رلایا تو کبھی حرمت اولیاء و عظمت اسلاف کو گھٹا کر ہمیں ستایا اور جب اس سے بھی تسکین نہ ہوئی تو قوم و پیشہ کی بحث چھیڑ کر پوری ملت اسلامیہ کی دل آزاری کی۔ چنانچہ ہند و پاک میں لاکھوں نہیں کروڑوں کی تعداد میں انصاری برادری کے ایسے دیندار، مخیر، اہل علم، اہل ثروت ملیں گے جن کی بدولت ہزارہا مدارس عربیہ و فارسیہ پھل پھول رہے ہیں اور مذہبی امور میں یہ برادری کتنے ذوق و شوق سے پیش پیش ہو کر حصہ لے رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں آج اسی برادری میں اتنی کثرت سے حافظ، قاری، مولوی، عالم، فاضل ملیں گے کہ دوسری برادری میں ملنا مشکل ہے۔

لیکن ایسی دینداری و اہل غیر برادری کے لئے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا نظریہ ملاحظہ کیجئے جس کو نقل کرتے ہوئے میرا قلم کانپ رہا ہے۔

"الرفیق فی سواء الطریق (ملقب بہ) کبل یوسفی"

مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی در مطبع امداد المطابع تھانہ بھون ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ صفحہ ۲۵۔

"الحائک اذا صلی یومین انتظر الوحی"

ترجمہ۔ "جولاہا دو دن نماز پڑھ کر (اپنی کم عقلی کی وجہ سے) وحی کا انتظار کرتا ہے"

اب میں اس مقام پر ناظرین کا انصاف چاہتا ہوں کہ وہ ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ یہ اسلام کا کون سا ایسا اہم مسئلہ تھا جس کے بیان کئے بغیر مولانا تھانوی کا تبلیغی مشن نامکمل رہ جاتا؟ اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ آپس میں مسلمانوں کو لڑا کر انگریز بہادر کی خوشنودی اور وفاداری کا حق ادا کیا جا رہا تھا چنانچہ اب سے بہت دنوں پہلے دیوبند کی چہار دیواری سے اسی قسم کا ایک ناروا حملہ کیا گیا تھا جس پر ہندوستان کی پوری انصاری برادری تڑپ تڑپ اٹھی اور جمعیۃ الانصار قصبہ مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ کے ارکین نے بطور احتجاج ایک کتابچہ شائع کیا تھا جس کے ٹائیٹل پیج کی سرخی یہ ہے۔

"ڈوب مرنے کی جگہ ہے دوستو

مفتی صاحب دیوبند اور غریب پیشہ ور اقوام

مفتی صاحب دیوبند اور حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے علمی تہذیب کا نمونہ۔ اور کروڑوں پیشہ ور مسلمان بھائیوں کی توہین و تذلیل"

اب اسی کتابچہ کی چند عبارتیں ملاحظہ فرمائیے جس سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ افتراق بین المسلمین میں علماء دیوبند کا کتنا زبردست ہاتھ ہے۔

صفحہ ۴ کی عبارت سنئے۔

"جب قیامت کا دن ہو گا ایک منادی آواز دے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے زمین پر رہتے ہوئے اللہ کے ساتھ خیانت کی ہے اس پر بھٹیھڑے اور صراف حاضر کئے جائیں گے"

صفحہ ۴ کی دوسری عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

"میری امت کے بدترین لوگ دستکاری کرنے والے اور سنار ہیں"

تیسری عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

"جلاہوں سے مشورہ نہ لو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقلیں سلب کر لی ہیں اور ان کی کمائی سے برکت دور کر دی۔ اس لئے کہ حضرت مریم علیہا السلام جلاہوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزریں تو ان سے راستہ پوچھا۔ انہوں نے غلط راستہ بتا دیا تو مریم علیہا السلام نے بددعا کی کہ خدائے تعالیٰ تمہاری کمائی سے برکت سلب کرے"

نوٹ۔ اب مفتی صاحب دیوبند اور پیشہ ور اقوام کے صفحہ ۸ و ۹ کی عبارت ملاحظہ کر کے اندازہ کیجئے کہ علمائے دیوبند کے جارحانہ حملے سے بھارت کے مسلمانوں میں کیسا شدید ہیجان تھا۔

صفحہ ۸ و ۹

"محترمان قوم! حکام بالادست دیوبند کی منطق کا سمجھنا آسان نہیں ہے، یہی تو ان کا زبردست ہتھکنڈہ ہے جس سے تمام دنیا چکر میں ہے۔ کہاں تو مفتی دیوبند پیشہ وروں کی تذلیل و توہین کرنے کے متعلق یہ کوشش اور وہ گرماگرمی و شوریٰ شوری کہ ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، بلکہ خود سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ پیشہ وروں کے متعلق فرمایا ہے۔ وہی پیش کر رہے ہیں۔ اور صرف ایک ہی جھٹکے میں مفتی صاحب اولاد شرفاء اراکین مدرسین دارالعلوم دیوبند کی یہ نکی اور پھیکا پن کہ ہر کلمہ گو مسلمان کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں — ہم شرفاء آراکین دارالعلوم دیوبند سے کہتے ہیں کہ اب وہ زمانہ گیا کہ آپ مدرسہ کی چہار دیواری کے اندر بیٹھ کر جو کچھ رطب دیا بس فرما دیا کرتے تھے۔ دنیا اس پر ایمان لانے کے لیے تیار تھی اور رات دن ان لوگوں کے گورکھ دھندوں اور منطقی ایچ پیچ میں پڑی رہتی تھی۔"

شعر
ہوا حاصل یہ ہم کو دوستوں کی بیوفائی سے
کہ ہم نے عمر بھر کو توبہ کر لی آشنائی سے

نوٹ۔ مندرجہ ذیل عبارت کے حسب ذیل جملے قابل توجہ ہیں

(۱) یہی تو ان (علماء دیوبند) کا زبردست ہتھکنڈہ ہے۔

(۲) مدرسہ کی چہار دیواری کے اندر بیٹھ کر جو کچھ رطب و یابس فرمادیا کرتے تھے
(۳) ان لوگوں کے گورکھ دھندوں اور منطقی اینچ پیچ۔
اسی ضمن میں ارواح ثلثہ کی ایک عبارت ملاحظہ کیجیے۔
ارواح ثلثہ صفحہ ۲۷۴

حکایت (۲۹۱)۔ مولوی فاروق صاحب نے فرمایا کہ مولانا احمد حسن صاحب نے ارشاد فرمایا کہ جب میں، اوّل اوّل مولانا قاسم صاحب، کی خدمت میں حاضر ہوا تو مولانا محمد قاسم صاحب کی خدمت میں ایک جولاہا آیا اور دعوت کے لیے عرض کیا۔ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے منظور فرمالیا۔ یہ امر مجھکو بہت ناگوار ہوا۔ اتنا کہ جیسے کسی نے گولی ماردی کہ جولاہا ہے کہ دعوت بھی منظور کر لی۔ الخ۔،،

شعر۔ تواضع کا طریقہ صاحبو سیکھو صراحی سے۔
کہ جاری فیض بھی ہے اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

نوٹ یہ ہیں علماء دیوبند اور ان کے حاشیہ نشین کہ ان کے قبول کر لینے پر انھیں اتنی ناگواری گزری کہ گویا کسی نے انھیں گولی ماردی

یہ اور بات ہے کہ جمعیتہ الانصار مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ کے احتجاج پر انکی پالیسی نرم ہو گئی تھی لیکن علما کے دیوبند نے اب سے پہلے جو کچھ لکھدیا تھا آجتک اسکی اشاعت ہو رہی ہے۔ مجھ پر تو محض نقل روایت کی ذمہ داری ہے وہ بھی بادل نخواستہ خدائے قدیر کی بارگاہ میں یہی دعا ہے کہ وہ، انکی اصلاح فرمائے تاکہ یہ گروہ مقام نبوت کی عظمت و برتری کرامت اولیاء اور وقار مسلم کا پاس و لحاظ رکھ سکے

کس قدر دکھ اور صدمے کا مقام ہے کہ یہ وہی حضرات ہیں جو اپنے خانہ ساز پیروں کی منقبت میں ایسی چھلانگیں مارتے ہیں جو صرف انھیں زیب دتیا ہے نہ تو حدود شرعی کی کوئی رعایت اور نہ ہی روایت و درائیت کا کوئی لحاظ، اس موقع پر مولانا ماندوی کی تعریف میں ایک شعر سن لیجئے اور دیوبندی ذکر وفکر کو داد دیجئے۔

شیخ الاسلام نمبر ص ۴۹

ہجوم خلائق ہے بہر زیارت
نہیں اسکو جنت میں بھی آج فرصت

نوٹ :۔ گویا جنت بھی آسام و سلہٹ کی کوئی نشستگاہ ہے، جہاں لوگ سیاسی مسائل کا حل دریافت کرنے یا دعا تعویذ کیلئے جوق در جوق چلے آرہے ہیں یا وہاں بھی تقسیم و بٹوارہ کی نوبت آگئی ہے کہ حضرت شیخ سے "قومی نظریہ" پر انکی رائے حاصل کی جائے۔

جب بات آہی گئی ہے تو حضرت شیخ سے متعلق "شیخ الاسلام نمبر" کا ایک شعر اور سن لیجئے۔

شیخ الاسلام نمبر ص ۱۰۱

ملتا نہیں ہے رابطۂ دور معرفت
گھبرا رہی ہے رحمت یزداں ترے لیے

اس ضمن میں روزنامہ "نئی دنیا" دہلی کے عظیم مدنی نمبر سے بھی ایک شعر ملاحظہ فرمائیے۔ عظیم مدنی نمبر صفحہ ۱۸۷

اپنی کہاں بساط کہ اس تک پہنچ سکیں
ہم ذرہ ہائے خاک ہیں وہ آفتاب تھا

یہ بہت ہی سادہ اور واضح اشعار ہیں پر مجھے کوئی تبصرہ کرنا نہیں ہے ان کو پیش کر کے دیوبندی نکتہ فکر کی ایک جھلک دکھلائی ہے کہ یہ اپنوں کی تعریف میں کیا سے کیا ہانک جاتے ہیں اور یہ حال مریدوں و عقیدت کیشوں ہی کا نہیں ہے بلکہ خود آں بدولت جب تعلی اور ڈینگ پر اتر آتے ہیں تو مقام نبوت سے نیچے کی بات ہی نہیں کرتے۔

ارواح ثلثہ کی ایک عبارت ملاحظہ فرمایئے۔

ارواح ثلثہ صفحہ ۲۹۷

حکایت نمبر ۳۱۴ "فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے۔ مولانا گنگوہی کا تو قدم قدم پر انتظام اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لاابالی[سه] کہیں کی چیز بھی ہے۔ کچھ پرواہ ہی نہیں، اس وقت ایک گروہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا کہ ہم بھی آپ کے ہمراہ حج کو چلیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ زادراہ بھی ہے۔ انہوں نے کہا ایسے ہی توکل پر چلیں گے۔ مولانا نے فرمایا۔ جب ہم جہاز کا ٹکٹ لیں گے۔ تو تم منیجر کے سامنے توکل کی لوٹی رکھ دینا بڑے آئے توکل کرنے جاؤ اپنا کام کرو۔ پھر ان لوگوں نے حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا تو آپ نے اجازت دیدی ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست

سه: اسی لاابالی پن کے نتیجے میں تحذیر الناس جیسی کتاب لکھی گئی ہے اس کتاب پر سیر حاصل گفتگو خون کے آنسو جلد سوم میں کی جائے گی۔

راستہ میں جو کچھ بھی ملتا وہ سب لوگوں کو دے دیتے اور ساتھیوں
نے کہا کہ حضرت آپ تو سب ہی دے دیتے ہیں تو کچھ تو اپنے پاس
رکھیئے تو فرمایا۔

"انما انا قاسم واللہ یعطی" الخ ــــ

نوٹ۔ یہ وہی حدیث ہے جس کو آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بابت
ارشاد فرمایا مگر دیوبندیوں کے مقتدا و پیشوا اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ سچ جانیئے اسی حدیث پاک کو جب علمائے اہلسنت فضائل
مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے لیے عنوان گفتگو بناتے ہیں۔ تو حضرات دیوبند کے چہرے
پر ایک رنگ آتا ہے اور ایک جاتا ہے۔ مگر جب اپنی باری آئی تو جھٹ سے بلا تکلف
کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور میں تقسیم کرتا ہوں ان کا تو عالم تو یہ ہے کہ آقائے دوجہاں
کی تعریف و توصیف میں کوئی حدیث پیش کی جائے۔ تو اسکو فوراً حدیث ضعیف کہکر منہ
بنالیں گے۔ گویا یہ حدیث قابل اسناد ہی نہیں ہے لیکن اپنے لیے حدیث ضعیف بھی
قبول کرلیں گے۔ کہ حدیث تو ہے اگرچہ ضعیف ہی۔ حوالا ملاحظہ فرمایئے۔

شعر۔ کسے خبر تھی کہ لے کر چراغ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

ارواح ثلثہ صفحہ ۲۰۲

ایک مرتبہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین مجلس سے
فرمایا کہ مولانا محمد قاسم کو گلاب سے زیادہ محبت تھی جانتے بھی ہو
کیوں تھی۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حدیث ضعیف میں

آیا ہے کہ گلاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرقِ مبارک سے بنا ہوا ہے۔ فرمایا ہاں اگرچہ حدیث ضعیف ہے مگر ہے تو حدیث۔،،

نوٹ۔ اگر آج ہم اسی حدیث پاک سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ثابت کرنا چاہیں تو ان کا ہر چھوٹا بڑا شور مچائیگا کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن جب گنگوہی صاحب کے چھینے کی باری آئی جبکہ بھری محفل میں چارپائی پر لیکر لیٹے تھے تو صاف صاف کہدیا کہ اگرچہ حدیث ضعیف ہے مگر ہے تو حدیث۔ یہ دیوبندی گروہ کے کسی چھوٹے موٹے کی بات نہیں ہے بلکہ مربی خلائق قطب عالم پیر مغاں حضرت گنگوہی صاحب کا ارشاد ہمایوں ہے جنکی حدیث دانی پہ پوری دنیائے دیوبندیت کو اتفاق ہے۔

جب بات ان کے لاف وگزاف اور تعلی اور ڈینگ مارنے کی آگئی ہے۔ تو اس کو مکمل ہی کردیا جائے۔ پچھلے صفحات پر یہ بات گزر چکی ہے کہ مولانا گنگوہی نے فرمایا۔

"حاجی صاحب مفتی نہیں ہیں۔ یہ مسائل حضرت حاجی صاحب کو ہم سے پوچھنے چاہئیں۔،،

اب ارواح ثلثہ کی ایک حکایت ملاحظہ کیجیے جو جناب تھانوی صاحب سے متعلق ہے۔ ارواح ثلثہ صفحہ ۲۸۷

حکایت ۲۲۳۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت حاجی صاحب کے ملفوظات وحالات بیان کر رہا تھا۔ اس جلسہ میں ایک وکیل صاحب حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے معتقد بیٹھے ہوئے تھے جو بہت مزے لے رہے تھے۔ اور ایک حالت طاری سی تھی۔ انھوں نے اسی

حالت میں مجھے مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا۔

تو منور از جمالِ کیستی　　　تو مکمل از کمالِ کیستی

میں نے فی البدیہہ یہ جواب دیا ؎

من منور از جمالِ حاجیم　　　من مکمل از کمالِ حاجیم

نوٹ: یہ بھی خوب ہی۔ جب حاجی صاحب کا فتویٰ۔ آپ حضرات کے خلاف تھا تو بڑی صفائی سے کہدیا کہ حاجی صاحب مفتی نہیں ہیں انھیں ہم سے فتویٰ دریافت کرنا چاہیئے۔ اور جب اپنے اظہار کمال کی باری آئی تو جھوم جھوم کر یہ پڑھنے لگے۔

من مکمل از کمالِ حاجیم

جب آپ لوگوں کی نظر میں خود حاجی امداد اللہ صاحب مکمل نہیں تھے مفتی نہیں تھے، تو یہ کمال آپ میں سے کہاں سے آگیا؟

اب حضرت گنگوہی کی ایک روایت سنیئے۔

ارواح ثلثہ صفحہ ۳۹۰

حکایت ۳۰۷

خان صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت گنگوہی صاحب رحمتہ اللہ علیہ جوش میں تھے اور تصور شیخ کا مسئلہ در پیش تھا۔ فرمایا کہہ دوں۔ عرض کیا گیا کہ فرمایئے۔ پھر فرمایا۔ کہدوں، عرض کیا گیا کہ فرمایئے۔ پھر فرمایا، کہدوں عرض کیا گیا کہ فرمایئے تو فرمایا کہ تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔

ؔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔

نوٹ۔ یہ وہی حاجی صاحب ہیں جنھیں مولانا گنگوہی سے فتویٰ دریافت کرنا چاہیے تھا۔ اب کوئی دریافت کرے کہ سرکار دوعالم کے خیال لانے سے نماز جاتی رہتی ہے۔ جب مسلسل تین سال حاجی صاحب آپ کے قلب میں رہے تو آپکی نماز کا کیا حشر ہوا۔؟ اگر ان کے لٹریچر سے اس قسم کی متضاد عبارتیں اکھٹا کیجائیں تو وہ خود ایک مستقل کتاب ہوجائیگی یہ صرف چند اشارے ہیں۔

اب اسی ضمن میں مولانا قاسم نانوتوی کی ایک روایت ملاحظہ کیجیے جسمیں انھوں نے اپنے جھوٹ بولنے کا اقرار کیا ہے۔

شعر۔ اللہ رے بتوں کی تلون مزاجیاں
ہاں ہاں گھڑی میں ہے تو گھڑی میں نہیں نہیں

ارواح ثلثہ صفحہ ۲۶۸

حکایت نمبر ۲۹۱۔ میری اس بات کو کسی نے نواب قطب الدین خاںصاحب تک بھی پہنچادیا اور مولوی نذیر حسین صاحب تک بھی اور مولوی صاحب تو سن کر ناراض ہوئے۔ مگر نواب صاحب پر یہ اثر ہوا کہ جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاؤں پر عمامہ ڈال دیا۔ اور پاؤں پکڑ لیے۔ اور رونے لگے۔ اور فرمایا بھائی جسقدر بھی میری زیادتی ہو خدا کے واسطے مجھے بتلادیں سخت نادم ہوں اور مجھ سے بجز اس کے کچھ بن نہ پڑا کہ میں جھوٹ بولوں۔ لہذا میں نے جھوٹ بولا ہے (اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا) اور کہا کہ حضرت آپ

میرے بزرگ ہیں میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی گستاخی کرتا۔"

نوٹ۔ ناظرین نے حکایت سے اندازہ کر لیا ہوگا کہ دنیا کے ایک نواب سے سابقہ پڑ گیا تو بانی دارالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتوی صریح جھوٹ بول گئے۔ اور تھے بھی کچھ ایسے ہی لاابالی۔ کہیں سچ، کہیں جھوٹ۔ کہیں گول مول۔ اب گول مول والی روایت سنیئے۔

شعر
نو عمر ہیں ابھی ہے تلوّن مزاج ہیں
غصے کا اعتبار ہے ان کے نہ پیار کا

ارواح ثلٰثہ عدد ۲۶۸

حکایت نمبر ۲۰۷ فرمایا سیوہارہ میں ایک جماعت نے جن میں مسئلہ مولد میں نزاع ہو رہا تھا۔ مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت وہاں تشریف رکھتے تھے مولود کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ بھائی نہ تو اتنا برا ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں نہ اتنا اچھا ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں۔ یہ حکایت مولوی محمد یحییٰ سیوہاروی سے سنی ہے۔"

نوٹ یہ بالکل وہی مضمون ہے کہ باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی اور یہ کچھ مولوی قاسم نانوتوی ہی کے ساتھ منحصر نہیں بلکہ تمام ہی اکابر دیوبند کا ہی عالم کہ جہاں جیسا موقع دیکھا ویسی بات کہدی

چنانچہ پچھلے صفحات میں مولوی حسین احمد صاحب کے تذکرے میں ایسے واقعات گزر چکے ہیں۔ مثلاً سیوہارہ میں لوگوں نے پاؤں دبانا چاہا تو آں بدولت نے فرمایا کہ اس کا سنت سے ثبوت نہیں ملتا اور خود حضرت

شیخ مولوی ابوالوفا وغیرہ کا پاؤں دبایا کرتے اس سلسلہ کی ایک اور روایت مل گئی ہے۔ جو ایک خاص[1] مقصد کے تحت درج کی جاتی ہے۔

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۲۹

"حضرت مولانا احمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ حسن پور کے ایک مشہور بزرگ تھے جن کے صاحبزادے مولانا سید محمود احمد صاحب حضرت شیخ الاسلام کے خلفاء میں ہیں۔ مولانا احمد شاہ حضرت کے یہاں مہمان تھے۔ گرمیوں کا موسم تھا، دوپہر کا وقت شاہ صاحب آرام فرما رہے تھے۔ حضرت شیخ پہنچے۔ اور پاؤں دبانے شروع کر دیئے۔ مولانا احمد شاہ صاحب نے گھبرا کر اٹھنا چاہا تو حضرت شیخ نے ایک ہاتھ ان کے سینہ پہ رکھ لیا۔ کہ وہ اٹھ نہ سکیں۔ اور دوسرے ہاتھ سے ان کے پاؤں دباتے رہے۔ دیر تک یہ خدمت انجام دی"

نوٹ۔ واقعات پڑھنے سے کچھ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ جناب شیخ کو پاؤں دبانے سے بڑی دلچسپی تھی۔ جب مولانا ٹانڈوی کا ذکر آیا تو ایک اور دلچسپ روایت سن لیجئے۔ کہ مولانا کو پاخانہ صاف کرنے کی بھی مہارت تھی۔

شعر۔ عادت جو پڑی ہو ہمیشہ کی وہ دور بھلا کب ہوتی ہے
رکھی ہے جنوبی پاکٹ میں پتلون کے نیچے دھوتی ہے۔

---

[1] اگر کسی نے خون کے آنسو کا جواب لکھا تو اس وقت یہ روایت کام دیگی ۱۲

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۴۹

"مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی جو حضرت کی خلافت سے بھی مشرف ہیں، راوی ہیں کہ ایک مرتبہ ٹرین میں حضرت والا فرسٹ کلاس میں سفر کر رہے تھے۔ ایک ہندو صاحب بہادر بھی اسی ڈبہ میں تھے۔ وہ قضائے حاجت کے لیئے پاخانہ میں گئے اور فوراً واپس آگئے۔ حضرت شیخ نے بھانپ لیا تھوڑی دیر بعد خاموشی سے اٹھے۔ پاخانہ میں گئے وہ نہایت گندہ ہو رہا تھا۔ اس کو صاف کیا۔ پھر واپس تشریف لائے۔ تھوڑی دیر میں صاحب بہادر سے دریافت کیا آپ پاخانہ سے کیوں واپس آگئے تھے۔ صاحب بہادر نے جواب دیا۔ وہ بہت گندہ ہے۔ حضرت نے فرمایا نہیں وہ تو صاف ہے۔ جا کر ملاحظہ فرمائیے۔ صاحب بہادر بے حد متاثر ہوئے۔

نوٹ۔ آج کے ماحول میں یہ کہنا ہے کہ صاحب بہادر بہت متاثر ہوئے یہ محض مولوی اسمٰعیل صاحب کی خوش فہمی ہے البتہ صاحب بہادر کا اس بات سے متاثر ہونا زیادہ قرین قیاس ہے کہ جب (پاخانہ) کی صفائی کرنے والے لوگ فرسٹ کلاس میں سفر کریں گے تب تو ہم لوگوں کا خدا ہی حافظ!

نہ پوچھیے کہ مولانا ٹانڈوی کے متوسلین نے کیا کیا گل کھلائے ہیں تقسیم ہند سے پہلے کا ایک واقعہ ہے[1] کہ کانگریس کی دعوت پر ٹانڈوی صاحب

---

[1] الفقیہ، امرتسر

لاہور گئے اور پنجاب مندر میں آپ کی تقریر ہوئی۔ اس وقت لاہور سے اخبار "ملاپ" نکلتا تھا۔ چنانچہ دوسرے دن اخبار "ملاپ" میں جلی قلم سے یہ سرخی تھی "پنجاب مندر میں مولانا ننگ اسلاف کی ولولہ انگیز تقریر" ایڈیٹر ملاپ کو یہ معلوم تھا کہ مولانا مدنی اپنے کو ننگ اسلاف لکھتے ہیں۔ اور اسکا یہ خیال تھا کہ یہ مولانا کا کوئی بڑا خطاب ہوگا۔ اخبار جیسے ہی بازار میں آیا پوری دنیائے دیوبندیت میں آگ لگ گئی اور ایک کہرام مچ گیا یہاں تک کہ دیوبندیوں کا ایک جتھا دفتر "ملاپ" تک پہنچ گیا جن کا نعرہ تھا۔ دفتر میں آگ لگا دو پانی اونچا دیکھ کر ایڈیٹر ملاپ باہر نکل آیا۔ اس نے مشتعل ہجوم سے دریافت کیا۔ آخرش شور و ہنگامہ کیسا ہے؟ تب لوگوں نے کہا کہ تم نے حضرت شیخ الاسلام کی توہین کی ہے اسلیے ہم دفتر میں آگ لگائیں گے۔

یہ سن کر ایڈیٹر ملاپ نے کہا آخرش میرے جرم کی نشاندہی تو کی جائے کہ میں نے کیا خطا کی ہے میں تو خود کانگریسی ہونے کے اعتبار سے مولانا کا احترام کرتا ہوں۔ یہ سنتے ہی سب نے بیک آواز کہا۔ کیا تم نے ہمارے شیخ کو ننگ اسلاف نہیں لکھا۔ آخر اب اس سے بڑھکر اور کیا توہین ہوگی؟ یہ سنتے ہی ایڈیٹر ملاپ نے کہا۔ بھئی یہ بات کچھ میں نے اپنی طرف سے تو لکھی نہیں۔ مولانا خود اپنے کو ننگ اسلاف لکھتے ہیں اگر میں نے لکھدیا تو کیا مضائقہ!

یہ جواب پاکر تمام دیوبندیوں نے کہا "جناب یہ اختیار ہمارے حضرت شیخ کو ہے کہ وہ بربنائے عجز و انکسار اپنے کو ننگ اسلاف لکھیں یا کچھ اور لیکن! یہ حق کسی دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ کہ اگر بر سبیل تواضع حضرت نے جو کچھ اپنے کو لکھا ہو وہی دوسرا بھی لکھے

شعر۔ اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

یہ قانون مولانا انڈوی کے بارے میں تو یاد رہا کہ مولانا نے عجز و انکسار کے تحت اپنے کو ننگ اسلاف لکھا ہے لہذا یہ انکا اپنا حق ہے جس کو کوئی دوسرا نہیں استعمال کر سکتا لیکن جب بارگاہ رسالت کی باری آئی تو قانون کے دامن کی دھجیاں اڑا دی گئیں اور آج ہر چھوٹا بڑا دیوبندی رسول کردگار کو اپنا جیسا بشر کہنے کیلئے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا نعرہ بلند کر رہا ہے آخر شہاں یہ چکر کیوں عقل کا دیوالہ نکل گیا۔ جو قانون مولانا انڈوی کیلئے اختیار کیا گیا وہی قانون یہاں کیوں نہیں اختیار کیا جاتا کہ پیغمبر خدا کا حق تھا کہ انھوں نے کفار مکہ کی تالیف قلوب کیلئے تواضعاً یہ بات فرمائی تھی نہ کہ عام مسلمانوں کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ رسول خدا کے خطابات کو چھوڑ کر اپنا جیسا بشر کہتے پھریں آج اتباع صحابہ پیروی و اسلاف کے بلند بانگ نعرے ہیں۔ کیا کسی میں یہ دم خم ہے جو یہ بتا سکے کہ سیدنا ابوبکر صدیق سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی مرتضیٰ یا کسی اور صحابی نے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا جیسا بشر کہا ہو۔ اور صرف بشر ہی نہیں بلکہ بڑا بھائی کہکر رشتہ و ناطہ بھی جوڑ لیا گیا ہو جس کیلئے کل مؤمن اخوۃ کو بطور سند پیش کیا جاتا ہے۔ اگر بڑا بھائی کہنے کیلئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ ہر مومن آپس میں بھائی ہے تو ایک زینہ اور آگے بڑھ جائیے جس طرح رسول خدا پر مومن کا اطلاق کیا جاتا ہے تو پروردگار عالم نے بھی اپنے اسماء صفات سے مومن سے فرمایا ہے۔ المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر الخ جب تبارک و تعالیٰ بھی مومن ہے تو اب علمائے دیوبند کو یہ کہنا چاہیئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بڑا بھائی ہے اور رسول خدا منجھلے بھائی اور دیوبندی چھوٹے بھائی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

ایک ضروری عرضداشت

اختتام گفتگو پر یہ مناسب معلوم ہوا کہ چند ضروری باتیں ناظرین کی خدمت میں پیش کر دی جائیں تاکہ کتاب سے متعلق قارئین کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو سکیں

(۱) خون کے آنسو کی ترتیب کا مقصد نہ تو کسی کا تعاقب ہے اور نہ ہی چھیڑ چھاڑ بلکہ اس باب میں جتنی بھی کتابیں لکھی گئیں ان کے متعلق علمائے دیوبند اور ان کے متبعین کا یہ کہنا تھا کہ اس میں گالی گلوچ ہے اور ایک فرقہ کی جنبہ داری کے ساتھ دوسرے گروہ سے دھینگا مشتی کا کھلا ہوا مظاہرہ، چنانچہ وہ اس پروپیگنڈہ میں اتنے کامیاب ہوئے کہ علماء اہلسنت کی تقریر و تحریر سے متعلق ملک کے گوشہ گوشہ سے یہ آواز اٹھنے لگی کہ ارے صاحب یہ لوگ تو فسادی اور جھگڑالو ہیں اور جہاں کہیں بھی انھوں نے یہ سمجھا کہ فلاں کی تقریر موثر ہوگی یا فلاں کتاب ذہن و فکر پر اثر انداز ہوگی۔ تو فوراً کانا پھوسی شروع کر دی کہ ان کی تقریریں نہیں جانا چاہیئے۔ وہ حفظ الایمان اور تقویۃ الایمان کی عبارت پڑھ کر سناتے ہیں اور فلاں فلاں کتابیں نہیں دیکھنی چاہئیں۔ چونکہ ان کتابوں میں علماء دیوبند کی عبارت پر تنقید و تبصرہ ہے اور ساتھ ہی ان کو برا بھلا کہا گیا ہے۔ آج کی مسموم و زہریلی فضا نے ہمارے خلاف جو ایک طوفان اٹھا رکھا ہے اب آپ کو حسب ذیل سطروں میں اسی کا جواب تلاش کرنا ہے۔

۲۔ آج علماء اہلسنت کی تقاریر کے خلاف یہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ تو علمائے دیوبند کی عبارات پڑھکر سناتے ہیں۔ یہ وہ آواز ہے جس سے خود ان کے بطلان کا پتہ چلتا ہے آج ہم پوری دنیائے دیوبندیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کالی کوٹھری ہو یا کھلا ہوا میدان ہماری کتابوں کی ایک ایک سطر پڑھکر اپنوں وغیروں سبھی کو سنائیں اس لیے کہ ہمیں اپنے مشن پر کلیتہً اعتماد و بھروسہ ہے کہ جو کچھ بھی لکھا گیا ہے۔ وہ قرآن و سنت ہی کی روشنی میں لکھا گیا یا اسلاف کے ان اقوال و افعال کی تائید جس کی سند قرآن و حدیث تک پہنچتی ہے۔ اسلیئے بلا جھجک اور بغیر روک ٹوک کے انھیں کھل کر اجازت ہے۔ کہ ہمارے مسلم رہنماؤں میں سے جسکی کتاب بھی اپنے اجلاس میں پڑھ کر سنانا چاہیں۔ وہ جی کھول کر سنائیں۔ اگر بات ہم نے حق کہی ہے اور وہ اسکی غلط تاویل کر رہے ہیں۔ یا ان الفاظ کو غلط معنی پہنا رہے ہیں۔ تو دنیا اتنی اندھی نہیں کہ حق کو یکسر چھوڑ کر انکی غلط تاویلات میں الجھ جائیگی۔ ہم کو اپنی عبارت کی حقانیت و صداقت اور ان کے واضح اور روشن ہونے پر اتنا ہی یقین حاصل ہے جتنا کہ کل کی صبح آفتاب کے طلوع ہونے پر۔

بلکہ ہم اس بارے میں مسرت و شادمانی محسوس کرتے ہیں کہ پنڈال کسی اور کا ہو اور بات ہماری کہی جائے۔ اخراجات کسی اور کے ہوں اور مشن ہمارا پیش کیا جائے لہذا یہی توقع ہم علمائے دیوبند سے بھی رکھتے ہیں کہ اگر اجلاس میں حفظ الایمان اور تقویۃ الایمان وغیرہ کی عبارت پیش کی جائے یا ہماری کتابوں میں اس کا تذکرہ کیا جائے تو انھیں چیں بہ جبیں ہونیکے بجائے خوش ہونا چاہیے کہ اخراجات کسی اور کے ہیں اور پیغام ہمارا پہنچایا جا رہا ہے۔ لیکن جب اسکے خلاف آواز اٹھائی جاتی ہے تو اسی سے علماء دیوبند

کا بطلان از خود روشن ہو جاتا ہے کہ وہ اس حقیقت کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہماری عبارتیں کالی کوٹھری میں پڑھی جاسکتی ہیں مگر کھلے میدان میں نہیں پیش کیجا سکتیں

---

(۳) علمائے دیوبند نے ہمارے خلاف جہاں یہ پروپیگنڈہ کیا ہے کہ ہم ان کی عبارات پر تنقید و تبصرہ کرتے ہیں اسکے علاوہ ان کا ایک حربہ یہ بھی ہے کہ قوم کو چند فروعی مسائل میں الجھاکر اپنی کفریات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ جہاں موقع ملا میلاد و قیام پر چوٹ کس دی عرس و نیاز پہ شرک و بدعت کا فتویٰ صادر کر دیا۔ تاکہ قوم ان کی کفریات پر مطلع نہ ہو سکے۔ اور وہ یہ سمجھے کہ علمائے دیوبند اور علمائے اہلسنت کا اختلاف میلاد و قیام جیسے مسائل پر ہے لہذا آجکی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ بلاخوف لومتہ لائم انکی کفریات کو بے نقاب کیا جائے۔ نہیں اس امر کی وضاحت بھی کر دی جائے کہ ہمارا اختلاف محض میلاد و قیام کی حد تک نہیں ہے بلکہ علمائے دیوبند اہانت رسول جیسے غارت گر ایمان جرائم کے مجرم ہیں۔ واضح رہے اگر ہمارے خیال علماء نے اسکی طرف سے غفلت برتی تو ایک دن ایسا آئے گا۔ کہ قوم عرس و نیاز کے مسائل پر تو دلیل طلب کریگی مگر علمائے دیوبند کی وہ گندہ وکفری عبارات جو اختلافات کی سنگ بنیاد ہیں ان کے بارے میں یہ کہکر دامن کھینچ لیگی کہ ان عبارات سے متعلق تو ہمارا کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔

خدا نہ کرے میری اس تحریر کا مقصد یہ نہیں کہ ان اختلافات کو میں اور وسیع کرنا چاہتا ہوں بلکہ اس اظہار حقیقت کا پس منظر یہ ہے کہ علمائے دیوبند اپنی کفری عبارات سے توبہ کر کے اسکی اشاعت بند کر دیں تو ہم بھی اپنا طرز سخن اور انداز تحریر بدل دیں۔

دھمیاں اس سلسلہ میں آج بعض اچھے ہی اداروں کی طرف سے یہ آواز اٹھائی جاتی ہے کہ یہ باتیں بہت پرانی ہو گئیں۔ سانپ گزر گیا اب اس کی لکیر پر لاٹھی مارنے سے کیا فائدہ؟ مجھے کہنے دیجئے اور میری اس جسارت کو نظر انداز کیجئے کہ ایسے ادارے یا ایسے افراد وہ خود فریب خوردہ ہیں یا دیدہ و دانستہ دوسروں کو فریب میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں میں اس مقام پر قارئین کی ہلکی سی توجہ چاہتا ہوں کہ اگر بر سبیل تنزل یہ بات تسلیم ہی کر لیجائے کہ بات بہت پرانی ہو چکی ہے لہذا اب اس کی طرف سے زبان و قلم کا رخ موڑ دیا جائے تو اگر پرانے پن کی دلیل اتنی ہی بھاری بھر کم ہے تو ایسی رنگین و جدت پسند طبیعتوں کا اس کے سوا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں کہ ان سے یہ دست بستہ عرض کیا جائے کہ بندہ پرور یہ ماحول اگر آپ کے حق میں سازگار نہیں تو کوئی اور راہ لیجئے جہاں آئے دن نت نئے مسائل سر اٹھاتے ہوں جس سے آپ کی رنگین مزاجی کو قرار مل سکے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہیں کل آپ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ قرآن کی تفسیر پرانی ہو چکی ہے اور احادیث کے شرح و حواشی پر صدیاں بیت گئی ہیں لہذا آج کے مذاق کے مطابق نئی تفسیر ہونی چاہیئے۔ اور کتب احادیث پر نئے انداز و نئی ڈگر کی شرح و حواشی ہوں تب تو اسلام بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائیگا اور مسلمات سے امان اٹھ جائے گا۔ علاوہ ازیں یہ کہنا ہی غلط ہے کہ باتیں پرانی ہو گئیں۔ لہذا اب ان کا ذکر نہ کیا جائے۔ بندہ پرور اگر آپ کی عمر چالیس برس کی ہو چکی ہے۔ اور پندرہ برس کی عمر سے آج تک آپ ان اختلافات کو سنتے چلے آئے ہیں تو یہ باتیں آپکے حق میں پرانی ہو گئی ہیں لیکن آنیوالی نسل جو اب ہوش و گوش کے میدان میں آ رہی ہے جس سے ابھی تک اسکے کان آشنا نہیں۔ اسکے حق میں تو یہ باتیں پرانی نہیں ہیں۔

ہاں اگر حفظ الایمان، تقویۃ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ کے مصنفین اپنے
پیچھے کوئی لشکر نہ چھوڑ گئے ہوتے اور یہ کتابیں انہی کی قبر میں دفن ہو گئی ہوتیں اور یہ لوگ
اپنا یہ عقیدہ اپنے ساتھ لیکر چلے گئے ہوتے تو یہ بات گوارہ کر لی جاتی جب ان کے عقائد
کے پرچار کرنے والے نہیں ہیں تو ایسے عقائد کی بال کی کھال نکالنے سے کیا فائدہ! لیکن
جب ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ ان کے اذناب و متبعین کا ایک گروہ ہے جو قدم قدم پر
شرک و بدعت کا خیمہ نصب کیے بیٹھا ہے اور پریس کی پوری طاقت ان کتابوں
کے اشاعت میں خرچ ہو رہی ہے پھر ایسے حالات میں ہم یہ کیسے تسلیم کریں کہ باتیں پرانی ہو گئیں
لہذا اب ان سے صرف نظر کیا جائے ہم کسی عصبیت یا تنگ نظری کے تحت ایسی بات
نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ اس حقیقت پر ہمارے متقدمین و متاخرین کا طرز عمل شاہد عدل ہے
چنانچہ تاریخ اسلام کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ اسلام ہی کے نام پر نہ جانے کتنے گمراہ
اور باطل فرقوں نے سر اٹھایا اور انکی جتنی عمر رہی اسی اعتبار سے ان کا رد و ابطال کیا
گیا مثلاً جبریہ، قدریہ، معتزلی وغیرہ یہ اپنے اپنے وقت کے گمراہ فرقے ہیں۔ جب یہ گمراہ
فرقے اسلامی معتقدات کے خلاف برسرپیکار نظر آئے تو علمائے اسلام کی ساری طاقت
ان کی طرف مبذول ہو گئی، یہاں تک کہ اب ان فرقوں کے اقوال بطور نقل چلے آ رہے
ہیں کہ کسی دور میں ایسے فرقوں نے جنم لیا تھا جن کے اقوال ایسے اور ایسے تھے اور اسی ذیل
میں ان کے جوابات درج کیے جاتے ہیں تاکہ درس نظامی کا فارغ التحصیل تعارفی
حیثیت سے ان سے آشنا رہے لیکن ان فرقوں کے خلاف کوئی محاذ جنگ نہیں ہے
چونکہ اب ان فرقوں کا کوئی نشریاتی پروگرام نہیں ہے، نہ ان کا کوئی ہمنوا رہ گیا ہے اور
نہ ہی براہ راست یہ اپنے وقت کی پیداوار تھے۔ اور کچھ دنوں بعد خود ہی اپنی موت کے گھاٹ

اتر گئے، اس لیئے آپ دیکھیے کہ آج علماء کی تقریر اور تحریر کے نشانے پر یہ فرقے رہ ہی نہیں گئے۔ لیکن فتنۂ وہابیہ ایسا نہیں ہے یہ روز بروز اپنی جڑیں مضبوط کرتا جا رہا ہے اور ہمارے خلاف اس کے نئے نئے اڈے بنتے جا رہے ہیں۔

لہٰذا یہ کہہ کر ان مسائل سے دامن چھڑا لینا کہ بات پرانی ہو چکی ہے عقل و قیاس سے بعید ہے اس فریب خوردگی اور خوش فہمی پر افسوس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ کچھ اپنے ہی ہماری راہ میں کنوئیں کھود رہے ہیں۔ دشمن اپنی بعید کی ہوشمندی و دانائی سے اپنی راہ ہموار کرتا جا رہا ہے اور بعض اپنے اس تماشہ گاہ عالم میں اپنوں ہی کا گریبان تھامے تماشائیوں کو دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔

(۵) واضح رہے جس طرح ہمیں کھٹکے ہوئے دشمن کے چہرے سے نقاب الٹنا ہے اور ان کی گھناؤنی اور مکروہ صورت سے لوگوں کے دل میں گھن پیدا کرنا ہے بالکل ایسے ہی دوست نما دشمنوں کی بھی نقاب کشائی کرنی ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ ہمیں اس راہ میں تیر ملامت کا نشانہ بننا پڑیگا۔ اور اپنوں ہی کے ہاتھ تلخ گھونٹ پینا ہوگا اللہ کا شکر ہے کہ قلم اٹھانے سے پہلے ہم اس کے لیے تیار ہو چکے ہیں۔ ہمیں دقیانوسی کہا جائے۔ یا لکیر کا فقیر، ہم پر ان جملوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ہمیں بزرگوں سے یہی دولت ملی ہے جس کے ہم امین اور وارث ہیں سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی، امام المنطق والفلسفہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی، سید العارفین حضرت مولانا فضل رسول بدایونی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی، صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت، صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب

مفسر قرآن رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تاریخ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے اور ان کے تصلب فی الدین کو ہم ان کی زندگی کا طغرائے امتیاز سمجھتے ہیں اس راہ میں انھیں گھر سے بے گھر ہونا پڑا اپنے بیگانے ہوئے اپنوں اور غیروں کی طعن و تشنیع سنی مگر جادہ استقامت سے انکا قدم ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹ سکا۔ بفضلہ تعالیٰ آج بھی انکے متبعین کی ایک اچھی خاصی جماعت موجود ہے۔ آقائے نعمت حضور مفتی اعظم ہند، استاد محترم و مرشد برحق مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی، استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ عبد العزیز صاحب، سلطان المناظرین حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب برہان ملت حضرت مولانا سید برہان الحق صاحب عمدۃ العلماء حضرت مولانا سید مصباح الحسن صاحب کچھوچھہ شریف، سید العلماء حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب ناشر العلوم حضرت مولانا مفتی عبد الرشید خان صاحب ادام اللہ فیضہم و برکاتہم العالیہ جیسے اپنے اکابر مشایخ ہیں جو اپنے بزرگوں کی زندگی کے آئینہ دار ہیں رب کریم ان کے ظل عاطفت کو ہم پر دراز فرمائے آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

بات بہت بڑھ گئی، مقصود نگارش یہ ہے کہ ہمیں حالات کا صحیح جائزہ لینا چاہیئے کہ ہمارے مشن کو کمزور بنانے میں کیسے کیسے لوگوں کا ہاتھ ہے۔

(۶) آج فروعی مسائل سے متعلق علمائے دیوبند کا یہ بھی غلط انداز ہے کہ ہر بات میں ہم سے قرآن و سنت کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ قرآن و سنت کے اساس بنیاد ہونے سے کسی کو انکار نہیں۔ انکی عظمت سر آنکھوں پر یہ دونوں ہماری زندگی کے

وہ متاع عزیز ہیں جسپر ہمیں بجا طور پر فخر حاصل ہے مگر ہمارے کہنا یہ ہے کہ جو بات
بھی کہو قرینے اور سلیقے سے کہو۔ اگر فاتحہ دلائی جائے تو یہ کہتے ہو کہ اس کے ثبوت میں
قرآن کی آیت پڑھو، اگر ہم بزرگوں کی قبر پر ایصال ثواب کی غرض سے چلے جائیں
تو بڑے ہی بھولے بن کر یہ کہتے ہو کہ اگر قرآن کی آیت نہیں تو پھر بخاری شریف ہی کی
حدیث ہمیں دکھلا دو۔ آپ کے مطالبے پر سر تسلیم خم ہے مگر کچھ ہماری بھی سُن لیجیے

آپ کے حضرت شیخ "مولانا مانڈوی" کی لاٹھی کو لوگ بطور تبرک رکھتے تھے۔
آپکے مولانا تھانوی کے پاؤں دھو کر پینے کو لوگ ذریعہ نجات سمجھتے تھے وغیرہ وغیرہ،
تو اگر آپ قرآن کی آیت اور بخاری کی حدیث سے اس کا ثبوت نہ دے سکیں تو
کم از کم مشکوٰۃ شریف جو درس نظامی میں حدیث کی پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے اسی سے اس
کا ثبوت دے دیجیے۔

آخر شش کیا قرآن وحدیث محض میلاد و قیام ہی کے ثبوت کے لیے ہیں پھر یہ کیا
طرفہ تماشہ کہ آپ حضرات اپنی درسگاہوں میں تو اپنے طلبا کو یہ درس دیتے ہیں کہ اصول
شریعت چار ہیں۔ اولہ اربعہ قرآن، سنت، اجماع، قیاس سے کام لیا جائیگا
طلاق و نکاح، بیع و شرا، روزہ و نماز، حج و زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ جیسے مسائل
میں قرآن و سنت کے علاوہ اجماع و قیاس سے بھی دلیل قائم کی جاتی ہے مگر عرس
و نیاز میلاد و قیام کے لیے صرف قرآن وحدیث سے دلیل چاہیے۔
اور اس پر کٹ حجتی اور ہٹ دھرمی کا یہ عالم کہ اگر آپ کے کسی بزرگ و پیشوا نے
میلاد و قیام کیا ہو تو آپ اس کی نت نئی تاویل کرتے ہیں کہ کہیں ہمارے بزرگ پر شرک
و بدعت کی چھاپ نہ پڑ جائے جیسا کر پچھلے صفحات پر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی

کا تذکرہ کیا ہے کہ موصوف محفل میلاد شریف منعقد کرتے اور کھڑے ہو کر سلام پڑھنے میں لذت محسوس کرتے۔

لیکن اب جناب حاجی صاحب قبلہ کے میلاد و قیام پر عامر عثمانی کی تاویلات ملاحظہ کیجئے۔

تجلی دیوبند، اگست ۱۹۶۲ء صفحہ ۴

"تیسری وجہ یہ تھی کہ حضرت حاجی صاحب کے تمام عقائد و تصورات سب کے سامنے تھے ان میں اچھے اہل علم ارادتمندوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشرکانہ اور غالیانہ واہی مواد کی شمولیت نہیں پائی بلکہ یہی دیکھا کہ توحید ان کے دل و دماغ میں رچی بسی ہے لہذا یہ قیاس کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہوئی کہ سال بہ سال میلاد منعقد کرنے کے پیچھے حب رسول کا سیدھا سادہ ذہن کار فرما ہے اور قیام کی تہہ میں ایک معصوم سے تصور تعظیم کے سوا کوئی غلو آمیز عقیدہ موجود نہیں ہے۔"

نوٹ: ناظرین سے گزارش ہے کہ وہ مندرجہ بالا تحریر کو بار بار پڑھیں اور یہ اندازہ کریں کہ اپنے کو بچانے کیلئے کیسے کیسے تراشیدہ اور خراشیدہ الفاظ ڈھونڈے گئے ہیں حاجی صاحب اگر میلاد و قیام فرمائیں تو اس میں "حب رسول کا سیدھا سادہ ذہن کار فرما ہے اور قیام کی تہہ میں ایک معصوم سا تصور تعظیم ہے۔ حالانکہ یہ وہی حاجی صاحب ہیں جو خود عامر صاحب کی نظر میں عالم نہیں ہیں۔ ایک غیر عالم اگر میلاد و قیام کرتا ہے

تو اس کی تاویل کی جاتی ہے کہ "توحید ان کے دل و دماغ میں رچی بسی ہے" اور اکابر علماء اہلسنت جن کے علم و فضل کو اپنے و غیر سبھی تسلیم کرتے ہوں اگر وہ میلاد و قیام کو لیں تو کھلے گمراہ، کٹر بدعتی، پکے مشرک، نہ جانے وہ کونسا آلہ ہے عامر صاحب کے پاس جس سے وہ لوگوں کے دلوں کا بھید جان لیتے ہیں کہ کس کے قلب و جگر میں توحید رچی بسی ہے۔ اور کس کا سینہ اس سے خالی ہے۔

تجلی کے اسی شمارے میں آگے چل کر عامر صاحب رقمطراز ہیں اس کو پڑھیے اور جناب کے طرز استدلال کی داد دیجئے۔ صفحہ ۴۲

"اسی طرح آپ متعدد مثالیں سوچ سکتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوگا کہ اسمائے صفت میں غالب احوال کے اعتبار سے بنتے ہیں، غالب بھی نہ سہی تو کم از کم یہ تو طے شدہ ہے کہ کسی بھی اسم صفت کا اطلاق اسی وقت ہوتا ہے جب اس صفت کا ظہور نمایاں طور پر ہو۔ اگر کسی انسان کو فاسق یا عاصی و خاطی کہنے کیلئے صرف اتنی ہی بات کافی ہوتی کہ کبھی نہ کبھی اس سے فسق یا خطا یا معصیت کا صدور ہو گیا ہے۔ تو دنیا میں کوئی شخص بھی انبیاء کے سوا ان مکروہ اسماء کے صفت سے نہ بچ سکتا کیونکہ انبیاء کے سوا کوئی بھی معصوم نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ محض میلاد و قیام کی بدعت کو سادگی کے ساتھ اختیار کرنے کی وجہ سے حضرت حاجی

صاحبؒ کو "بدعتی" نہیں کہا جاسکتا۔،،

لوٹا۔ قربان جایئے آپکے طرز استدلال پر، حاجی صاحبؒ شیفلہ ہفت مسئلہ" میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ میں ہر سال محفل مولود شریف منعقد کرتا ہوں اور کھڑے ہو کر سلام پڑھنے میں لذت محسوس کرتا ہوں۔ لیکن عامر صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کسی سے کبھی کبھار کوئی فعل صادر ہو جائے تو اس کی بنا پر حکم نہیں لگایا جاتا۔ بلکہ غالب احوال کی بنا پر،، جیسے کسی کو فاسق کہنے کے لیئے اتنی سی بات کافی نہیں ہے کہ کبھی اس سے فسق کا صدور ہو گیا۔ یعنی تا وقتیکہ اس فسق پر اصرار نہ ہو۔ اس وقت تک اسے فاسق نہیں کہا جائے گا۔

عامر صاحب بالفرض اگر نفاذ احکام سے متعلق یہی دستور و قانون ہے جیسا کہ یہ گمان خویش آپنے سپرد قلم کیا ہے۔ تو اسی قانون کے آئینہ میں حاجی صاحب کی بھی تصویر ملاحظہ کیجیئے یعنی تا وقتیکہ فعل پر اصرار نہ ہو اس پر حکم نہ لگایا جائے گا۔ تو حاجی صاحب قبلہ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ عمر کے کسی حصہ میں بھول کر ہو گئیں نے میلاد شریف کی محفل منعقد کر لی تھی۔ اور سلام بھی کھڑے ہو کر پڑھ لیا تھا۔ بلکہ وہ اپنے فعل کے اصرار و التزام کی صراحت فرماتے ہیں۔ نہ تو کبھی کبھار ہے اور نہ بھول چوک ہے بلکہ دیدہ و دانستہ، باعث خیر و برکت سمجھ کر ہر سال پھر پڑھ لیجیے۔ ہر سال جانے ان کے اس فعل کی ابتداء اور رسم کے اعتبار سے یہ محفل ان کے گھر میں پچاس مرتبہ منعقد ہوئی ہو گی یا اس سے کچھ کم و بیش۔ اب آپ ہی فرمائیے۔ اگر انھوں نے اپنی عمر میں پچاس مرتبہ محفل مولود شریف منعقد کی تو اسکو اتفاقیہ، کبھی کبھار یا اتفاقیہ کہا جائے گا۔ یا اس فعل کا اصرار و التزام اور کوئی روزانہ تو محفل میلاد شریف منعقد کرتا نہیں بلکہ

عام دستور یہی ہے کہ خیر وبرکت کے حصول کے لیے سال میں ایک ہی دو مرتبہ لوگ حسب توفیق اپنے اپنے گھروں میں محفل میلاد شریف منعقد کرتے ہیں اور یہی لوگ آپ کی اصطلاح میں مولودی اور بدعتی کہے جاتے ہیں۔

اب کہیے حاجی صاحب کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ یہ کیسے آپ نے لکھ دیا کہ ہم ان کو بدعتی نہیں کہیں گے۔ آخر یہ دین میں ٹھیکیداری نہیں تو اور کیا ہے؟ جس کو آپ اپنا سمجھیں ارتکاب بدعت کے باوجود اس کو بدعتی نہ کہیں اور جن بزرگوں کے خلاف آپ نے محاذ جنگ قائم کر رکھا ہے۔ ان کے ہر فعل پر شرک و بدعت کی چھاپ لگانے میں کوئی تامل نہیں۔

علاوہ ازیں حاجی صاحب محض محفل میلاد و قیام کے پابند نہ تھے بلکہ نیاز فاتحہ عرس، سوئم، چالیسواں، برسی جیسے تمام ہی مراسم کے نہ صرف قائل بلکہ عملاً پابند تھے فیصلہ ہفت مسئلہ تو آپ نے پڑھی ہوگی۔ اس کا نام ہی فیصلہ ہفت مسئلہ ہے اب یہ نہ کہیے گا کہ حاجی صاحب محض میلاد و قیام کی بدعت کا ارتکاب فرماتے تھے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مراسم ہیں جو آپ کی نظر میں بدعت اور معصیت ہیں وہ سب انکے معمولات میں داخل ہیں۔

لہٰذا آپ یہ باور کرانے کی کوشش تو کیجیے ہی نہیں کہ آپ کو دیوبند یا جماعت اسلامی کے خزانے سے کوئی ایسا آلہ مل گیا ہے جس کے ذریعے آپ لوگوں کی نیت اور ارادے کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ کہ کون سادہ لوح ہو کر میلاد و قیام کر رہا ہے اور کون غیر سادہ لوح ہو کر۔

ممکن ہے مولانا انعام الدین رام نگری جن سے آپ اس وقت مخاطب ہیں وہ آپکی

اس دھونس میں آکر مرعوب ہو جائیں، حالانکہ وہ آپ سے زیادہ تجربہ کار ہیں ان پر آپ کا جادو چل جائے قرین قیاس ہی نہیں لیکن آپ نے اپنے دلائل کے تانے بانے میں یہی کوشش کی ہے کہ انھیں الجھا دیا جائے۔

اس کو تو آپ دونوں سمجھیں مگر ملک کا وہ طبقہ جس کو آپ بدعتی کہتے ہیں وہ آپ کے حاجی صاحب کی طرح اتنا سادہ لوح نہیں ہے کہ میلاد و قیام محض اپنی سادگی کے تحت کر لیتا ہے بلکہ یہ ایک پڑھا لکھا طبقہ ہے جو اپنے عقائد پر براہین و دلائل کی ایسی شمع روشن کیے ہے کہ لاکھ طوفان اٹھے تاہم وہ شمع نہ بجھ سکی۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ صبح قیامت تک یہ روشن رہے گی۔ اس لیے یہ خیال تو آپ اپنے دل سے نکال دیجیے کہ وہ آپ کی اس قسم کی لایعنی باتوں سے مرعوب ہو جائیگا۔ اور اس کا یقین کرے گا کہ صحیح معنوں آپ کو کوئی ایسا آلہ مل گیا ہے جس سے آپ دلوں کے بھید معلوم کر لیتے ہیں۔ اور اگر استدلال کا یہی طریقہ اختیار کیا جائے جو آپ کا وطیرہ ہے تو پھر دوسروں کو بھی کہنے دیجیے کہ ماہنامہ "تجلی" کی اشاعت میں قوم کی اصلاح و فلاح کا کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہے۔ بلکہ اپنی نمائش اور تجارتی فروغ کی ایک لگن ہے جو آپ کے دل و دماغ پر مسلط ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آپ اپنے اداریے کے لیے جنگ و جدال کا نیا نیا عنوان تلاش کرتے رہتے ہیں۔ آپ اپنی انگلیوں پر خود گن لیجیے کہ اس تھوڑے سے وقفہ میں آپ نے کتنوں سے پنجہ آزمائی کی ہے۔

ایک دور آپ کا وہ گزرا ہے جبکہ آپ اپنے ہی استاذ مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی کے مقابل لنگوٹ باندھے کھڑے تھے۔ یہ جانتے ہوئے کہ یہ دیوبند کی بڑی شخصیت ہے اگر ان سے مٹھ بھیڑ ہو گئی تب تو کام ہی چل جائیگا۔ پھر جب آپ نے

ان کا پیچھا چھوڑا تو آپ نے مولوی منظور نعمانی کو دعوت جنگ دی جب انھوں نے منہ نہ لگایا تو مدیر فاران ماہر القادری کو ھل من مبارز ہکہ پکارا، کچھ دنوں ان سے نوک جھونک چلتی رہی تو آپ نے اپنے رفیق قلم مولوی امام الدین رام نگری کو جھنجھوڑا جن سے آج تک سلسلہ جنگ جاری ہے۔

ابھی آپ اسی محاذ پر تھے کہ اس سے زیادہ اہم محاذ جنگ مل گیا یعنی مدیر برہان مولانا سعید احمد اکبر آبادی سے آپ لپٹ گئے۔ اور اداریہ کے اختتام پر بڑی نیاز مندی سے آپ یہ کہہ گذرے کہ۔

"ہم خود کو مجبور پاتے ہیں کہ ان کے تیسرے اداریے پر بھی اگلے ماہ زبان نقد دراز کریں"

یہ جملہ آپ نے صرف اس لیے لکھ دیا کہ لوگوں کو آپ کے اگلے اداریے کا انتظار رہے۔ اسی کا نام ہے جذبہ نمائش اور تجارتی کاروبار کے فروغ دینے کا وہ طریقہ جس کو آپ دین وملت کا مفاد قرار دیتے ہیں۔

اب آپ ہی فرمایئے وہ کون ہے جو آپ کی زبان درازی سے بچ کر نکل گیا ہو آپ تو اسی تاک گھات میں رہتے ہیں کہ ہر ماہ نقشہ جنگ بدلتا رہے تاکہ ناظرین تجلی جن کا ذہن و فکر مسائل پر اعتدال پسندی سے غور کرنے کے بجائے اکھاڑ پچھاڑ کا عادی بن چکا ہے۔ جو یہ مارا۔ وہ مارا کا نعرہ بلند کر کے کسی بھی مضمون پڑھنے کے خوگر ہیں۔ ان کے دسترخوان پر آپ ایسے ہی تیز نمک مرچ کا سالن رکھتے گئے۔

اور ساتھ ہی قوم کے ساتھ یہ دھیل بازی کہ "ہمارا جذبہ دینی ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم کسی برائی کو دیکھیں اور خاموش رہ جائیں، اگر واقعی یہی ہے تو رسالہ کی اشاعت ہے

آپ کا جذبہ کہاں سویا تھا؟ جس جس گلی میں آپ کو غیرہائے باطل نظر آتے وہاں وہاں کی خاک آپ چھانتے نظر آتے۔ مگر یہ کیا ہوا کہ قلم پکڑتے ہی آپ چن چن کر ایک ایک کا گریبان پکڑ کے الجھ گئے۔

ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

لہٰذا اپنی بچر دلیلوں کی داد آپ اسی طبقہ سے چاہیے جو دعویٰ اور دلیل کی اساسی و کلیدی حیثیت نہیں جانتا۔ آپ اس حلقہ میں ڈھول کی رسی بٹنے کی کوشش نہ کیجیے جو نعوذ باللہ تعالیٰ آپ جیسوں کو دیکھتے ہی سنا دیتا ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

ورنہ کیا تماشہ ہے کہ ہم میلاد و قیام کریں تو مبدعت کیش اور بدعتی ہو جائیں اور آپکے روحانی لکڑ دادا حاجی امداد اللہ اسی بدعت کا ارتکاب فرمائیں تو کٹر موحد ہو جائیں۔ جناب عامر صاحب اس قسم کا تضاد کچھ آپ ہی کی تحریر میں نہیں ہے بلکہ یہ آپ کو بطور وراثت ملی ہے۔

لیجیے لگے ہاتھ ایک پرانی کہانی سن لیجیے اور بات ختم کر دی جائے یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ آپ اور مولوی امام الدین رام نگری ایک ہی پلیٹ فارم پر تھے اور دوسرے پلیٹ فارم پر آپکے استاد مولوی حسین احمد صاحب چنانچہ آپ کے استاذ مولانا مانڈوی نے آپ حضرات سے ایک مطالبہ کیا تھا۔

تجلی فروری مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۸۲

رام نگری صاحب اور مودودی صاحب اور آپکے

متبعین کا فرض ہے کہ اگر ان کا عقیدہ خوارج و معتزلہ کا نہیں ہے اور وہ واقع میں اہلسنت وجماعت کے عقیدے پر ہیں تو علانیہ طور پر بغیر کسی قسم کی جھجک کے اعلان فرمائیں اور ان عبارات کو خطبات سے نکال کر مناسب عبارات درج فرمائیں جیسا کہ اہل حق کا طریقہ ہے اور ہمیشہ بڑے بڑے آئمہ حق اس پر عمل پیرا رہے ہیں۔ ان کو اپنی غلطیوں سے رجوع کرنے میں کبھی نفسانیت اور انانیت مانع نہیں ہوئی اور یہ اسلاف کرام کی حق پرستی تھی۔"

(ایمان عمل صفحہ ۸۲)

نوٹ: یہ تو وہ مطالبہ ہے۔ جو مولوی حسین احمد صاحب نے جماعت اسلامی اور اس کے متبعین سے کیا تھا۔ اب مولوی امام الدین رام نگری کا وہ مطالبہ پڑھیے جو انھوں نے جماعت اسلامی کی طرف سے مولوی حسین احمد صاحب سے کیا تھا۔

تجلی فروری مارچ ۵۶ء صفحہ ۷۴، ۷۵

"رہا حضرت مولانا مدنی کے مطالبہ کا دوسرا حصہ تو حضرت محترم نے اس پر غور نہیں فرمایا کہ وہ کتنا ناقص ہے حضرت محترم اور ان کے ہمنوا دوسرے علماء واکابر دیوبند جماعت اسلامی کے پورے لٹریچر کو دفتر ضلالت و بے دینی قرار دیتے ہیں اسلیے جماعت اسلامی جب تک اپنے

ذخیرۂ کتب کو دریا برد نہ کر دے۔ حضرت مولانا مدنی جماعت
اسلامی کو ایمان و اسلام کا سرٹیفکیٹ کیسے دے سکتے ہیں
لہٰذا حضرت محترم کے مطالبہ کا یہ حصہ تو خود انھیں کے
عقیدے و مسلک کے اعتبار سے غلط ہے اس لیے اُسکے
پورا کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ البتہ اس موقع پر
ہمیں خود حضرت مولانا مدنی سے ایک سوال کرنا ہے۔

بریلوی مسلک کے علماء و اکابر نے تمام اکابر دیوبند کی
تصانیف کو ضلالت و بددینی اور کفریات کا مجموعہ قرار دیا ہے

چند سطر بعد حضرت مولانا مدنی ارشاد فرماتے ہیں کہ انھوں نے بڑے بڑے
ائمہ حق کی پیروی میں کہاں تک اہل حق کا فریضہ انجام
دیا ہے؟ اور اکابر دیوبند کی غلطیوں سے رجوع کرنے میں
کہاں تک خلوص و للہیت سے کام لیا ہے۔"

نوٹ: جادو وہ ہے جو سر چڑھ کے بولے۔ ابھی ٹاٹانگر کے سفر میں مولانا الحاج
قاری محمد عثمان صاحب اعظمی سے یہ معلوم ہوا کہ بنگلور کے غیر مقلدین نے کوئی کتاب
شائع کی ہے جس میں علمائے احناف کی خبر لیتے ہوئے حفظ الایمان کی عبارت پر کفر کا
فتویٰ دیا ہے۔ معاملہ سنی اور وہابی کا نہیں تھا۔ بلکہ غیر مقلد اور حنفی کا تھا لہٰذا اس
نشانے کی زد میں حفظ الایمان کی عبارت بھی آگئی۔ اگر یہ کتاب دستیاب ہو گئی تو
خون کے آنسو جلد سوم میں اس کا حوالہ ہدیۂ ناظرین کیا جائے گا۔

میرا پہلا ارادہ یہی تھا کہ "خون کے آنسو" دو حصوں پر ختم کر دی جائے لیکن گجرات

کے دورہ میں حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے تین حصے ہوں اور آخری حصے میں علمائے دیوبند کی پرانی کتابوں پر تبصرہ کیا جائے چنانچہ حضرت علیہ الرحمۃ کے ارشاد کے مطابق جو بعض کتابیں میرے پاس نہ تھیں ان سب کو حاصل کر لیا ہے اور جلد سوم کا بھی کام کسی حد تک ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حفظ الایمان تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، الامداد، اشد العذاب سیف یمانی، الشہاب الثاقب، المہند وغیرہ جیسی کتابوں پر نئے انداز کا تبصرہ کیا جائے گا۔ اور ان کی تمام تاویلات پر ایسی حجت و دلیل قائم کی جائے گی جس سے ان کا ناقابل قبول ہونا۔ آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے گا۔

اب جس کے پاس خون کے آنسو کے مکمل ہر سہ حصے ہوں گے وہ علمائے دیوبند کی کتابوں سے بے نیاز ہو جائے گا۔ انھیں تینوں حصے میں ان کے تمام عقائد سمیٹ دیے جائیں گے۔

جلد سوم کے آخری حصے میں علمائے دیوبند کے عقائد کی ایک بہت لمبی لسٹ ہوگی جس میں ان کے تمام اقوال کو مع حوالہ کے درج کر دیا جائے گا۔ تاکہ کسی کی بھی مجلس کے موقع پر اس سے کام لیا جا سکے۔

اب آخر میں گذارش ہے کہ پروردگار عالم ہم سب کو اپنے پیارے رسول کا وفادار بنائے۔ اور انکی عزت اور حرمت پر مر مٹنے کی توفیق دے۔

اے رب جس طرح ہم اپنے معاملات میں دوست و دشمن کی شناخت رکھتے ہیں ایسے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اور دشمن کے پرکھنے اور پہچاننے کی صلاحیت عطا فرمائے۔

اے رب ہم ان میں سے نہیں ہیں جو تیری الوہیت کا گن بھی گاتے ہیں اور معاذ اللہ تجھی کو جھوٹا بھی کہتے ہیں۔

اے رب ہم اس گروہ سے اظہار بیزاری کرتے ہیں، جو تیرے رسول کو پیغمبر بھی کہتے ہیں۔ اور معاذ اللہ گاؤں کا چودھری اور چمار سے زیادہ ذلیل و ذرہ ناچیز سے کمتر بھی۔

اے رب ہمارا ایمان ہے کہ جسطرح تو اپنی شان الوہیت میں بے مثل بے نظیر ہے ایسے ہی جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف النسانوں بلکہ پیغمبروں اور رسولوں میں سب سے ممتاز و یگانہ ہیں۔

اے رب ہمیں اس نکھرے ہوئے عقیدے پر چلا اور اسی پر موت بھی عطا فرما۔ آمین ثم آمین بجا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

جلد دوم ختم شد